گر زباں دراز ہے

شیخ خالد کرّار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کارِ زباں دراز ہے

▪ شیخ خالد کرّار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس کتاب میں موجود نام فرضی ،واقعات و کردار قطعی حقیقی ہیں،مناسبت ہرگز اتفاقیہ نہیں ہوگی بلکہ اسے مصنف کی عیّاری پرمحمول فرمایا جاوے ورنہ نتائج کے ذمہ دار پڑھنے والے خود ہوں گے۔اپنی سہولت کے اعتبار سے قاری کرداروں کو اپنے ارد گرد تلاش کر سکتا اور انہیں نئے نام دے سکتا ہے تاہم خبردار اگر کسی شاعر کا نام بدلنے کی کوشش کی گئی تو

■ احقر عفی عنہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کارِ زباں دراز ہے

شیخ خالد کرّار

BOOKS
سیاق
THE CONTEXT

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

Kar e Zuba'N Draz Hai

(Urdu Satirical & Humour Articles)

By:
Sheikh Khalid Karrar
khalidkarrar.com,skkarrar@gmail.com
094191-74267

Year of Publication- 2015
ISBN 978-81-931169-0-6

کارِ زباں دراز ہے

(فکاہیہ مضامین)

مصنف:شیخ خالد کرّار

سالِ ل اشاعت2015

سرورق: ■ گووند سنگھ رانا ■ سیاق گر

قیمت:عام ایڈیشن-/200₹ لائبریری ایڈیشن-/300₹

مطبع:سیاق پرنٹرز

ناشر:

BOOKS
سیاق
THE CONTEXT

SIIAQ PUBLICATIOINS
e-book available
59/A, Tawi Vihar,Sidhra, Jammu-180019 (J&K)
www.urdualive.com,siiaqpublications@gmail.com,09086261113

- تقسیم کنندہ:
- شب خون کتاب گھر، پوسٹ باکس نمبر ۱۳الہ آباد ۲۱۱۰۰۳
- ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ۳۱۰۸، گلی وکیل، کوچہ پنڈت، لال کنواں دہلی ۱۱۰۰۰۶
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ ۲۰۲۰۰۲
- جے کے بک ہاؤس، ریذڈنسی روڈ جموں ۱۸۰۰۰۱

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دوستوں

اور

دوستوں کے نام!

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

I thought I'd begin by reading a poem by Shakespeare, but then I thought, why should I? He never reads any of mine.

■ ***Spike Milligan***

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس طرح

■ دربیاں شانِ نزول 09

■ غزل بہانہ کروں 12

■ ملاقات شاہِ خرستان سے 17

■ تنقید کا جو ذکر کیا تونے ہم نشیں! 23

■ کوئی ہمیں بچائے اور انعام پائے 27

■ اُستاد اور نظم حقیقی 31

■ طرابلس طرابلس! 36

■ کچھ غزل کی ، کچھ چاند کی 'چاندماری 40

■ اب کے ہم خواب بھی نہ دیکھیں کیا؟ 45

■ در بیانِ قیامت 50

■ اوہ آئی سی! 55

■ وہ تماشا چاہیے 60

■ دہلی کا جو ذکر کیا تونے ہم نشیں! 65

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

■ ہم سب جلدی میں ہیں 72

■ آئینہ خانے میں 78

■ اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے 83

■ کشمیر تاریخ اور ذوقِ یقیں 88

■ آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیراں ہونا 93

■ جانا لال چوک اور گاڑنا فتح کے جھنڈے 99

■ خواجہ صاحب! 102

■■■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دربیاں شانِ نزول

اردو کے ایک نابغہ انتظار حسین کا کہنا ہے کہ کہانی پسلیاں عزیز رکھ کر نہیں لکھی جاسکتی۔ اسی طرح ایک اور نابغہ، نام جس کا تھامس سٹینز ایلیٹ، عرف ٹی ایس تھا، نے کہا کہ شاعری سمجھنے سے قبل محسوس کیے جانے کی شئے ہے..... پس ہم کہ یہ دونوں ناکام کوششیں کر چکے، محسوس کرتے ہیں کہ ایک تیسرا کام فکاہ کا ہے جسے ٹانگیں عزیز رکھ کر نہیں لکھا جاسکتا۔ یعنی ہم، خود ہم، پسلی کا درد اور حس کی زودی لیکر تو چلتے گئے لیکن ٹانگیں ہیں کہ کپکپائے جارہی۔ ویسے پہلے نابغہ نے ایک اور بات بھی کہی ہے کہ

''لکھنے والے جو بھی لکھتے ہیں اس میں آدھے معنی ہوتے ہیں اور باقی آدھے معنی پڑھنے والوں میں ہوتے ہیں''

پس صاحبو! یہ بیان جس کے آدھے معنی کو ہم اپنے حصے کے آدھے معانی کے ساتھ جوڑ کر مکمل کرنے اور سمجھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، شاہد ہے کہ آپ کا بھی کچھ فرض بنتا ہے لہذا آپ مناسب خشوع و خضوع کے ساتھ ان مضامین سے آدھے معنی تلاش کیجئے کہ شاید مل جائیں۔

''کارِ زباں دراز ہے'' کی شانِ نزول اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم پر مختلف اوقات میں خامہ فرسایوں کے جو دورے پڑتے رہے، ہم گاہ بگاہ 'کالمہ پائی' کی جو ناکام کوششیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرتے رہے، ہمارے قارئین اسی کا نتیجہ بھگت رہے ہیں، سو بھگتیں کہ قارئین ہونے میں یہی تو نقصان ہے۔ یہ جاننے کی بات قطعی نہیں کہ فی زمانہ صحافت کس درجہ 'عرفان و آگہی' کا کھیل ہے۔ خاص کر اردو صحافت تو جل تو جلال تُو کی زندہ مثال ہے۔ اردو اخبارات ہمارے ایسی نابغہ رُوزگار شخصیات سے بھرے پڑے ہیں۔ اخبار پڑھنے اور ٹیلی ویژن پہ خبر دیکھنے میں اب فرق صرف محسوس کرنے کا رہ گیا ہے باقی رہے نام اللہ کا! یعنی زبان وغیرہ ثانوی درجے کے لوازمات ہیں منتہائے نظر کچھ اور ہے اور ''مطلوب و مقصودِ مومن'' ہے ''مالِ غنیمت اور کشور کشائی''، لیکن یہاں یہ ضروری یا غیر ضروری وضاحت نوٹ کی جائے کہ سارے اخبارات اور ساری شخصیات ہم ایسے نہیں۔ اس ضمن میں ہمارا ایک مفصل مضمون 'رہنمائے صحافت' ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو بوجوہِ خوفِ مدیران و مالکان، اس مجموعے میں شامل نہیں۔

ہمارے ایک نہایت محترم دوست ہوئے ہیں جناب عبدالباسط قاضی۔ مضامین پڑھنے کے بعد موصوف نے آدھے معنی کی تلاش کا بیڑا اٹھایا ہے لیکن غائب ہیں دیکھیے کب لوٹتے ہیں۔

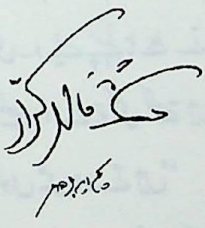

بزعمِ خود

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

■ غزل بہانہ کروں

آہا عزیزو! ایک روز ہم غزل گنگنا رہے تھے اور اس کے معنی پہ غور کر رہے تھے۔ غزل کے معنی تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ 'عورتوں کے متعلق باتیں کرنا' اور غزل کہنے (فی زمانہ گھڑنے) والے کو شاعر کہتے ہیں۔ اللہ اللہ! کیا معنی ہوئے ہیں غزل کے۔ یعنی عورتوں کے متعلق باتیں کئے جاؤ اور دھڑلے سے کئے جاؤ۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اللہ معاف کرے! ہمارے پیر و مُرشد کو معلوم نہ ہونے پائے۔ خدا جانے اس صدمے کا ان پر کیا اثر ہو؟ یعنی حد ہے بھئی! یہ شاعر لوگ اتنے کایاں ہیں کہ بہو بیٹیوں کی باتیں برسرِ عام کرتے پھریں اور کوئی خبر تک نہ لے۔ میاں قربِ قیامت کی نشانیاں ہیں سب۔ اللہ معاف کرے۔ استغفر اللہ! ٹھیک ہی کہا تھا افلاطون نے کہ اس کی مثالی ریاست میں شاعروں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اسی لئے ہم افلاطون کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ افلاطون بہو بیٹیوں کی عزت کرنا جانتا تھا اور شاعروں کے اس وطیرے سے بھی غالباً آگاہ تھا۔

شاعر بھی کیا ہوئے ہیں اور ہیں۔ یعنی ایک جانِ ناتواں اور اس قدر بکھیڑے۔ پہلے تو ایک خیالی دنیا آباد کرنی، اُس میں چرند پرند، انسان، حیوان، نباتات و جمادات پیدا کرنے اور دُودھ اور شہد کی نہریں بہانیں، گُل و بلبل کے نغمے، آبشاروں کا ترنم اور پھولوں کا تبسم۔ پھر ایک رقیبِ رُوسیاہ کو دعوت دینی کہ میاں تم بھی آؤ۔ اس قدر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خوبصورت جگہ اتنی محنت سے بنا کر بجائے اس کے کہ اس میں ہنسی خوشی رہے شاعر ایک عدد پری زاد کو باغ میں بٹھا کر اس کی پرستش اور رقیب سے حسد شروع کردیتا ہے اور پھر اس کے ہجر و فراق میں وہ نغمے الاپتا ہے کہ الاماں! بھئی! بڑے دل گُردے کا کام ہے ہم تو باز آئے۔

اب دیکھئے ایک شاعر ہوئے ہیں، حق مغفرت کرے۔ انہوں نے تو علیٰ الاعلان کہہ دیا کہ 'کروں نہ یاد مگر کس طرح بھلاؤں اُسے / غزل بہانہ کروں اور گنگناؤں اسے'۔ توبہ ہے بھئی! تو گویا غزل کی آڑ میں آپ گیت بھی گاتے پھرتے ہیں۔ یہ تو دوہرا جرم ہے۔ مثالی ریاست میں گویوں کا کیا کام؟ مزید برآں ہمارے بزرگوں کا بھی یہی حکم ہے کہ موسیقی سے پرہیز کرو۔ ہاں نُورجہاں، کندن لال سہگل اور بیگم اختر اور عزیز میاں کو گاہ بگاہ سننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خاص کر عزیز میاں قوال کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ انہیں نہار منہ سننے سے دماغ کی گرمی جاتی رہتی ہے اور قلب رواں رہتا ہے۔

شاعر بھی کیا ہوئے ہیں اور اور کیا کہہ گئے ہیں۔ کبھی کبھی تو ہم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور بعد میں انگشتِ شہادت دیکھتے ہیں جس پر ہمارے ہی دانتوں کے نشان ہوتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس قدر لاغر جسم، ڈھانچہ نما وجود اور شاعر کا یہ حوصلہ۔ ایک شاعر تو بہت پہلے کہہ گئے تھے کہ میاں شیخ دیکھو ہماری تردامنی پہ مت جاؤ، ہم اگر دامن نچوڑ دیں تو فرشتے آ آ کر وضو کریں۔ گویا یہ ایک طرح سے چیلنج تھا فرشتوں کے لئے، چاہیے تو یہ تھا کہ فرشتوں کی سلامتی کونسل اس حوالے سے کوئی اقدام کرتی اور شاعر اور شاعروں کے ہوش ٹھکانے لائے جاتے لیکن ہنوز ایسا نہیں ہوا۔ بھئی یہ بھی کوئی بات ہے کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ اوّل تو اس نُوری مخلوق کو وضو کی ضرورت اور فرصت ہی کیا ہے۔ دوم اگر ضرورت پڑ بھی جائے تو شاعر کا دامن نچڑوانے کی کیا تُک ہے۔ کیا حوضِ کوثر کم ہے؟؟ فرشتوں کی اس حرکت، یعنی شعراء اور بطور خاص شاعر مذکورہ کے خلاف کاروائی نہ کرنے سے ہمیں زبردست مایوسی ہوئی۔ تب سے ہم سوچ رہے ہیں کہ ہو نہ ہو فرشتے شعراء

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے خائف رہتے ہوں گے جبھی تو کسی فرشتے نہ کسی شاعر کی آج تک خبر نہ لی۔ ایک بار اس یقین سے حوصلہ پا کر ہم پورا دن دامن نچوڑتے رہے اور اُفق کی طرف دیکھتے رہے کہ اب کوئی فرشتہ آیا کہ تب۔ لیکن پورا دن دامن نچوڑنے کے بعد ہمارا یقین کہ فرشتے شعراء سے خائف رہتے ہیں، یقینِ کامل میں تبدیل ہو گیا۔ اس روز ہمیں بے انتہا خوشی ہوئی کہ چلو کوئی تو ہے جس سے فرشتوں جیسی مخلوق بھی خائف ہے۔ آنجہانی کرشن چندر سے روایت ہے کہ شاعر سے پولیس اور چور دونوں خائف رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں اپنی صفات کے اعتبار سے کسی دوسرے سے بالکل نہیں ڈرتے لیکن شاعر نظر آجائے تو چور سامان چھوڑ کر اور حوالدار لٹھ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ ایک بار ہم اپنے ایک دوست سے ملاقات کی غرض سے پولیس تھانہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اندر زبردست سراسیمگی ہے۔ بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ ہمیں پھاٹک سے اندر آتے دیکھ لیا گیا ہے اور دیکھنے والوں میں ہم سے خار کھانے والے بھی شامل تھے۔ یقیناً انہوں نے تھانیدار سے ہماری چغلی کھائی ہوگی کہ ہم شاعر ہیں۔ حالانکہ ہم تو کسی پایہ کے شاعر بھی نہیں۔ اس روز ہم نے نہایت اطمینان سے پورے پولیس تھانہ کی چہل قدمی کی اور بڑی افسردہ دلی سے گھر لوٹ آئے۔

جیسا کہ ہم نے عرض گزاری کہ عام آدمی اگر کوئی بڑا دعویٰ کرے تو لوگ اس پر ہنستے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہمارے استاد اگر یہ کہیں کہ رات بھر جاگ کر انہوں نے آسمان کے تارے گنے اور کُل ستاسی کروڑ بانوے ہزار نو سو ستر ہوئے ہیں۔ تو لوگ ان پر ہنسیں گے اور اگر کسی سیاسی جماعت کا کوئی کارکن یہ کہے کہ وہ عنقریب وزیر اعظم بننے والا ہے تو لوگ اور بھی ہنسیں گے کہ بَڑ ہانک رہا ہے۔ لیکن شاعر اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو اسے تعلّی کہہ کر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں اور خوب خوب تالیاں پٹتی ہیں۔ مثلاً کوئی شاعر کہہ گئے ہیں کہ بھئی 'ہمارے سر کی پھٹی ٹوپیوں پہ طنز نہ کر ہمارے تاج عجائب گھروں میں رکھے ہیں'۔ بھلا ان تاجوں کا کیا جو عجائب گھروں میں پڑے پڑے خراب ہو رہے ہیں اور آپ ہیں کہ ٹوپیاں مانگ مانگ کر اور سی سی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ یعنی صبح ہوئی اور بقول

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مرزا نوشہ گھر سے کان قلم پر رکھ کر نکلنے سے قبل جمال وجلال کی اماں سے کہا ''نیک بخت! ذرا جانا تو، مکرر رار شادمیاں کے گھر سے ایک ٹوپی اُدھار لے آنا آج مشاعرہ پڑھنا ہے''۔اب اس کو، عجائب خانے میں رکھی ٹوپیوں کو، بڑ کی جگہ تعلی کہیں گے۔ چونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ شاعر بڑے کایاں ہوتے ہیں انہوں نے بڑ کو صفت میں شامل کر کے اس کا نام تعلی ڈال دیا تا کہ کوئی شریف زادہ ان کی طرف آنکھ میلی کر کے نہ دیکھ سکے۔

شاعروں کے نام اور تخلص بھی بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اودھ بلاؤ کے بعد دنیا کی یہ واحد مخلوق ہے جس کے نام و تخلص شخصیت سے بالکل میل نہیں کھاتے جیسے شاکر بخیلی، ببن کریلہ پوری، مشرب طاغوتی، درد خوش آبادی، غم شہر یاری، شیخو شیخ چلی وغیر جیسے بیشمار تخلص مستعمل ہیں۔خود ہمارا بھی ارادہ ہے کہ انشاء اللہ بڑے ہو کر غزل گھڑنے کی مشق بہم پہنچائیں گے اور جب اس ہنر میں خوب مشاق ہو جائیں گے تو اپنا ایک منفرد نام و تخلص، مشاق آدم بیزاری رکھ کر شعر کہیں گے کیونکہ فی زمانہ شعر کہنا چنداں مشکل نہیں۔بس آپ اردو کا کوئی پرانا اخبار اٹھا لیجئے اور اس کے مضامین کو کاٹ کر غزل کے پیرایہ میں لکھتے جایئے۔آپ اس کے لئے نیا اخبار بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن سرقہ کے الزام کا خطرہ ہے۔لہذا مناسب یہی ہے کہ اخبار پرانا ہو اور اس میں کہیں نہ کہیں کسی مضمون میں فارسی کا استعمال بھی ہوا ہو۔اگر ایران سے فارسی اخبارات کی ایک کھیپ منگوالی جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔اس سے لوگوں، خاص کر شعراء اور نقادوں پر رعب بنا رہے گا کہ فارسی پر بھی گرفت رکھتے ہیں۔اگر آپ چاہیں تو اپنے نام کے ساتھ جدید، مابعد جدید، انتہائی جدید، اور پسِ مابعد جدید یا اسی طرح کی تراکیب بھی استعمال کر سکتے ہیں۔اس سے آپا کا رعب دگنا ہو جائے گا اور انشا اللہ چاروں طرف آپ کا طوطی بولنے لگے گا اور جب خوب بول جائے تو آپ اسے چپ بھی کرا سکتے ہیں۔بس یہ خیال رہے کہ قاری لاکھ سر مارے آپ کے اشعار سے معنی برآمد نہ ہو سکیں۔شعر جس قدر مشکل ہو اور معنی جس قدر کم ہوں، شاعر اس قدر کامیاب اور عمدہ تصور کیا جائے گا۔اس کے لئے فقط ایک شعر کی مثال

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کافی ہے جو خود ہماری عمدہ شعر گوئی کا نمونہ بھی ہے ملاحظہ کیجئے انشاء اللہ شعری افاقہ ہوگا۔

تشکیک و لا یعنیتِ بیش و کمِ حیات ہے
حیات ہے، بساط ہے، مری میں بھی سوات ہے ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

■ ملاقات شاہِ خرستان سے

وہ جگالی کر رہا تھا۔

اس روز غلطی سے ہمارا پاؤں اُس کی دُم پہ جا پڑا تھا۔ گدھے نے ہمیں گھور کر دیکھا اور کان جھٹک کر دوبارہ جگالی میں مصروف ہو گیا۔ ہم نے بھی کھسک لینے میں ہی عافیت جانی کہ جانے کب دولتی جھاڑ دے لیکن دوسرے روز پھر جب ایسا ہی ہوا یعنی چلتے چلتے ہمارا پاؤں اس کی دُم پہ جا پڑا تو گدھا یک لخت چاروں ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ ہمیں لگا جیسے ابھی اُچھل کر دولتی جھاڑے گا اور پھر ہمیں دبوچ لے گا لیکن اس نے خالصتاً لکھنوی انداز میں ایک ٹانگ سے کورنش بجالایا اور نہایت شستہ وشائستہ زبان میں گویا ہوا: ''آداب عرض کرتا ہوں حضور!''

صاحبو! آپ جب کسی گدھے کو باتیں کرتے سنیں، اور اسے خالص لکھنوی انداز میں ''آداب عرض'' کرتے ہوئے پائیں، تو جو آپ کی ہوگی وہی ہماری ہوئی، یعنی کیفیت، ہر چند پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی، تاہم ہم نے بڑی مشکل سے اسے، زمین کو، دوبارہ پاؤں کے نیچے دبالیا اور لگے سوچنے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس سے قبل ہم نے صرف آنجہانی کرشن چندر کے گدھے کو باتیں کرتے سنا تھا جو پہلے بارہ بنکی کے رامو دھوبی کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہاں کام کرتا تھا اور بعد ازاں سوامی جواہر لعل نہرو کو اس سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا تھا۔

ہم نے اسے، گدھے کے گویا ہونے کو، سماعت اور بصارت کا دھوکہ جانا اور ذرا تیکھے انداز میں اسے گھورا اور اپنے عصا سے دھمکاتے ہوئے کہا: ''گدھے .... پیچھے ہٹو!!''

گدھے نے یہ سن کر استہزائیہ ہنہناہٹ بھری جیسے قہقہہ لگا رہا ہو۔ پھر گویا ہوا: ''حضور! آگئے نا آپ اپنی اوقات پر۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرا نام خرخر شریفی ہے۔ مجھے گدھا کہلانے میں کوئی عار نہیں انسان البتہ کوئی کہے تو دولتیوں سے اس کا حلیہ بگاڑ دوں''

''لیکن تم کیسے گدھے ہو؟'' بولنا کہاں سے سیکھا تم نے؟''

''حضور! گویائی کے جملہ حقوق محض آپ انسانوں کے نام مخصوص نہیں۔ یہ تو عطائے خداوندی ہے جسے چاہے نواز دے۔ ویسے آپ انسان بھی عجیب مخلوق ہیں۔ حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کرنے اور پھر حضرتِ آدم کی نجی غلطی سے جنت بدر ہونے اور بعد ازاں زمین پر آباد ہو کر ساری مخلوق کا ناطقہ بند کرنے کے نظریے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور چچا ڈارونؔ کے نظریۂ ارتقا پر بھی یقین رکھتے ہیں، حالانکہ یہ دو متضاد نظریات ہیں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ڈارونؔ کے نظریۂ ارتقا کے تحت کیا یہ ممکن نہیں کہ اکیسویں صدی تک آتے آتے گدھے بھی بولنے لگ جائیں؟''۔ یہ کہہ کر گدھے نے نہایت چبھتی ہوئی نظروں سے ہمیں دیکھا۔ ہم جھینپ گئے اور بغلیں جھانکنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن معلوم ہوا کہ ایک بغل میں چھتری اور دوسری میں استاد فیروز دیناؔ کا دیوان اڑسا ہوا ہے۔ لہٰذا بغلیں جھانکنے کے ارادہ کو ملتوی کیا اور لگے سوچنے کہ یہ گدھا تو جان کو آگیا۔ لیکن ہم نے اپنی روایتی انا کو بروئے کار لایا جو ہم ہمیشہ ایسے موقعوں پر لاتے ہیں اور طنزیہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا: ''اے گدھے! ڈارونؔ کی تھیوری پیش کر کے تم ہم پر اپنی علمیت کا رعب جھاڑنا چاہتے ہو''۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گدھے نے نہایت اطمینان سے اپنی دُم کو ایک عدد بوسہ دیا، کان کھجائے اور بولا: ''مجھے علمیت کے اظہار کا کوئی شوق نہیں۔ سب جانتے ہیں میں کیا ہوں۔ یہ شوق آپ کو مبارک۔ ویسے آپ کی اطلاع اور اصلاحِ زبان کے لئے دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ خرِ ناچیز کو خرخر شریفی کہتے ہیں۔ لکھنؤ میں پیدا ہوا بعد ازاں 'چٹ پٹ یونیورسٹی آف پولیٹی' سے ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی اسناد حاصل کیں۔ نامساعد حالات نے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ سر دست میں یہاں ایک معروف ٹھیکدار کے ہاں ملازم ہوں جوان دنوں سیاسی میدان میں قسمت آزمائی میں مصروف ہیں۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں محض ڈارون کا نظریہ سے ہی واقف نہیں بلکہ دنیا بھر کے انقلابوں کی تاریخ، مختلف سیاسی نظریات اور عالمی تاریخ، ادب اور تنقید سے گہری واقفیت رکھتا ہوں۔ نظریاتی طور میں خرشلسٹ ہوں''۔

''خرشلسٹ...............؟'' ہم نے قدرے حیران ہو کر پوچھا: ''یہ کیا ہے میاں خرخر شریفی''

''یہ گدھوں کے حقوق کے لئے وضع کردہ عالمی نظریہ ہے جس کے تحت ان کی ایک آزاد و خود مختار ریاست کا قیام مقصود ہے جس میں خرشلسٹ نظام ہوگا اور 'حقوقِ خر' سمیت عالمی سطح پر گدھوں کے ساتھ ہونے والے امتیاز کے خلاف جدوجہد۔ میں مجوزہ ریاست کا نامزد بادشاہ ہوں۔ ریاست خرستان!''

عزیزو! ہم نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی ہمیں گدھے سے باتیں کرتے دیکھ کر غلطی فہمی کا شکار تو نہیں ہو رہا۔ کہتے ہیں غلط فہمی کی وبا بڑی جلد پھیلتی ہے اور ویسے بھی ہمارے دشمن بہت ہیں اسلئے احتیاط لازم ہے لہذا آپ بھی جب کسی گدھے کو باتیں کرتے ہوئے پائیں تو اسے، احتیاط کو، ملحوظ رکھیں۔ اس میں دو اور چار ٹانگوں والے گدھوں کا کوئی استثنیٰ نہیں۔

گدھے کی اس عالمانہ گفتگو سے ہماری تو گھگی بندھ گئی تھی تاہم ہم نے کھانس کر حلقوم تر کیا، کہ گدھا ہمیں جید جاہل تصور نہ کرلے اور ہمارے متعلق غلط فہمیاں نہ پھیلاتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پھرے، ہم نے ذرا بارعب انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: ''خرخر شریفی! تم بھی کسی عام مخلوق سے مخاطب نہیں ہو۔ اول تو ہم اشرف المخلوقات میں سے ہیں۔ دوم اردو زبان کے نہایت بے لوث خادم، مصنف، مفکر اور ماہنامہ ''برقِ ناگہاں'' کے مدیر ہیں، انسانوں سے بات کرنے سے پہلے اپنی اوقات ملاحظہ کرو، منطق، فلسفہ شعر وحکمت، ریاضی اور نجوم پر ہماری دس کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور بارہویں قینچی میں ہے''

گدھا چند لمحے ہمیں یوں دیکھتا رہا جیسے ہمارے علم و دانش پہ خاموش ہنسی ہنس رہا ہو پھر بولا: ''پتہ نہیں یہ تم انسانوں نے اپنے ساتھ اشرف المخلوقات کا دُم چھلہ کیوں لگا رکھا ہے۔ کبھی سوچا ہے کہ آخر تم میں اشرفیت کون سی ہے؟۔ خداوندِ کریم نے جس انسان کو اشرف المخلوقات کہا تھا وہ تو جنابِ آدم اور ان کا فرزندِ خوش بخت ہابیل تھا جسے اس کے اپنے بھائی قابیل نے تہہِ تیغ کر دیا اور آج تک یہ روایت جاری ہے۔ قتل، خونریزی، دھوکہ دہی، فریب، بغض، عناد، نفرت کیا یہ اشرافیت ہے؟ نسل، قومیت، کلیسا، محمود و ایاز کا فرق، گنگو تیلی اور راجا بھوج کا امتیاز۔ جمہوریت کا ڈھول پیٹتے ہو اور صارفیت اور عصبیت کو فروغ دیتے ہو.............. پیچھے بھاگ رہے ہو اور اسے ترقی کہتے ہو۔ انشاء اللہ ریاست خرستان کہ جس کے قیام کے امکانات روز افزوں روشن ہوتے جا رہے ہیں، کو قائم ہو لینے دو۔ پھر دیکھنا حقیقی فلاحی ریاست کیا ہوتی ہے۔ اور کیا کہا تم نے مدیر ہو تم؟ یہ دبدبہ کسی اور کو دکھانا۔ میں جانتا ہوں کہ فی زمانہ مدیر وہی بن سکتا ہے جو اوّل تو سرمایہ دار ہو یا بالکل سرمایہ دار نہ ہو۔ مدیر بننے کی تیسری کوئی صورت نہیں۔ ویسے سرمایہ دار میں سے سر نکال باہر کیا جائے اور صرف مایہ دار رہ جائے تب بھی آپ مدیر بن سکتے ہیں۔ لہذا یہ کوئی قابلِ عزت بات ہرگز نہیں۔ طب، ریاضی، فلسفہ، منطق اور شعر و ادب میں تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ گو کہ میری ابھی تک کوئی کتاب نہیں چھپی تاہم ارادہ ہے کہ انشاء اللہ ریاست خرستان کے قیام کے ساتھ ہی اپنی تمام مطبوعات کو چاند پر چپکاؤں گا تا کہ رات پڑتے ہی سب مخلوقات بلا معاوضہ و بلا امتیاز ان کا مطالعہ کر سکیں۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے کہ اردو شاعری میں مجھے ظفر بے حد پسند ہے..............!!''

''کون ظفر؟'' ہم قدر متعجب ہوئے: ''ظفر سمو سے والا؟''

''اماں یار تم ظفر کو نہیں جانتے'' اس نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا'' اردو کا بہت بڑا شاعر ہے۔ بلکہ بعضے کا خیال تو یہ ہے کہ شاعر ہی وہی ہے فی زمانہ۔تم نے اس کی ''رطب و یابس'' نہیں پڑھی۔ اگر نہیں پڑھی تو میرا ماننا ہے کہ تم سراسر جاہل ہو۔آہا کیا کہہ گیا ہے ظالم۔شعر سنو شعر!

چھوٹے ٹھاہ بھئی موٹے ٹھاہ

کاروں کوٹھیوں والے ٹھاہ

یہ سن کر پہلے تو ہمارا جی چاہا کہ اُسے، خرخر شریفی کو، اپنے عصا سے پیٹ کر واپس دریا پار بھگا دیں۔آخر گدھا ہی تو ہے، کیا ہوا اگر انسانوں جیسا نام رکھا لیا ہے، تاریخ، فلسفہ، سائنس، ریاضی اور عروض و بیان پر قدرت رکھتا ہے۔لیکن آخر ہے تو گدھا۔لیکن پھر یہ سوچ کر خاموش رہے کہ علمیت میں بہر حال ہم سے آگے ہے لہذا کیا ضروری ہے اس دل جلے کو چھیڑ کر خواہ مخواہ ایک طویل بحث میں الجھا جائے۔یہی سوچ کر ظفر کے شعر پر بے حد داد دی اور خرخر شریفی کے آگے ہم نے بھی کورنش بجالایا اور رخصت کی اجازت چاہی لیکن اس کا سلسلۂ کلام بدستور جاری رہا:

''تم کیا جانو اس شاعری کو میاں! یہ اصل شاعری ہے۔شاعر اس میں بیک وقت سوشلسٹ، صارفیت، جنگجوئیت، اشتراکیت، سمیت دیگر نظریات سمونے میں کامیاب رہا ہے۔وہ زمانے لد گئے جب شاعر قتل وخوں کے لئے باضابطہ تمہید باندھتا تھا اور خنجر، تیغ، وغیرہ کی باتیں کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت خراب کرتا تھا۔اب جدید اور ترقی یافتہ دور میں خنجر آزمائی کا وقت کس کے پاس۔لہذا شاعر سیدھے سادے انداز میں ''ٹھاہ'' کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت بھی بچاتا ہے اور تکنیکی ترقی کی فضیلت بھی بیان کرتا ہے جس کے باعث محض ایک ''ٹھاہ'' میں ہی اشرف المخلوقات کو ڈھیر کیا جا سکتا ہے''

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

''بس بس.............!'' اب ہم میں کھڑے ہونے کی سکت بھی باقی نہیں رہی تھی اس لئے ہم نے اس جیدّ گدھے کو ٹوکتے ہوئے کہا: ''ہمیں اس طویل بحث میں الجھانے کی کوشش مت کرو..... آخر تم گدھے ہو اور گدھے ہی رہو گے۔ ہمارے ساتھ ایسی باتیں کر لیں سو کر لیں کسی اور انسان سے مت کرنا نہیں تو پیٹ پیٹ کر دوبارہ لکھنؤ بھاگنے پر مجبور کر دے گا''

گدھا اس بات پر پہلے ہمیں نہایت خشمگیں نظروں سے دیکھتا رہا پھر قہقہہ بلند کرتے ہوئے بولا: ''ایسی باتیں ہا.............. چونچو ہا............... ہم گدھے ایسی باتیں سب سے نہیں کرتے۔ یہ اعزاز تو ہم محض انہیں بخشتے ہیں جن میں ہمیں گدھے پن کا شائبہ ہو اور یہ اُمید ہو کہ انہیں 'گدھایا' جا سکتا ہے۔ ورنہ انسان بھی کوئی منہ لگانے کی چیز ہے۔ باسی اور مری ہوئی گھاس کے موافق............... میاں چلو! اب اپنا راستہ ناپو۔ ہمارے قیلولہ کا وقت ہو چلا ہے'' ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

■ تنقید کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں

صاحبو بلکہ بادشاہو! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ تنقید کی لت ہمیں کتنی پرانی ہے۔ آئے روز ہماری تنقیدیں نئے نئے شگوفے بلکہ بُوٹے کھلاتی ہی رہتی ہیں۔ جس روز ہم کسی کی تنقید نہ کریں ایسا لگتا ہے کہ 'جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی'۔ بلکہ بعضے دفعہ تو تنقید نہ کر کے ہمیں قائم و دائم چُورن تک کھانا پڑا اس کے بعد معجونِ مقوی معدہ و بڑی آنت الگ۔ حتیٰ کہ ہم نے تہیہ کر لیا کہ تنقید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے کہ یہ وہ اسمِ اعظم (الہ آبادی) ہے کہ جو ہمارے لیے آکسیجن کا کام کرتا ہے۔ پس جس روز دو چار تنقیدیں نہ ہو جائیں ہمیں چین نہیں آتا۔ لیکن ہمارے ساتھ دِقت یہ ہے کہ ہم کسی بھی طرح نقاد نہیں لگتے، نہ ہمارے بال جھڑے ہیں، نہ بدقسمتی سے عینک لگی ہے اور نہ ہی ہاتھوں میں رعشہ ہے۔ رعشہ تو بہر حال ہم خود پیدا کر سکتے ہیں کہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، کہ دائیں ہاتھ سے ہم دیگر کھیل کھیلتے ہیں۔ رعشہ تو دو چار روز کی مشق سے آجائے گا، لیکن ان کم بخت بالوں کا کیا کیا جائے؟ ایک یارِ پچپن (۵۵) سے اسکا حل پُوچھا جو خود تو نقاد نہیں تاہم نقادی کے گُر سکھاتے ہیں۔ بولے کہ بال گرانے اور سفید کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم ہر شب سونے سے قبل اپنے سر پر خالص دیسی نمک ملا کرو، اس کے ساتھ ہی انہوں نے دیسی نمک کی پہچان،

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فوائد اور استعمال پر ایک بلیغ تقریر بھی فرمائی اور نصیحت کرتے ہوئے کہا ''بہتر ہے سودا سلف لاتے ہوئے نمک کا ڈھیلہ یا پیکٹ سر پر اٹھالیا کرو، انشاءاللہ افاقہ ہوگا''۔

اس روز سے ایک طویل عرصہ تک نمک ڈھونے کی مشق بہم پہنچائی لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ بعضے دفعہ تو اس ''شوقِ گیسوئے سفیداں'' کے چکر میں باورچی خانے کے لئے اضافی نمک بھی ڈھویا، لیکن بدبختی نے ساتھ نہ چھوڑا۔ نمک ڈھوتے گئے اور ہر صبح آئینہ دیکھتے گئے کہ سفید بال اب نکلے کہ تب اور ''آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لیکے رہ گئے''۔ اب حلیۂ نقادگاں بنانے سے زیادہ ہم نے اپنی تنقید پر توجہ مرکوز کی، خود کو یہ سوچ کر ڈھارس بندھائی کہ ضروری نہیں ہر شخص شکل سے وہی نظر آئے جو اس کا پیشہ ہے۔ (اس کے لئے ہمارے پاس بے شمار مثالیں ہیں لیکن بوجہِ خوفِ خلق نہیں پیش کر رہے)۔ بہرکیف! حلیہ پر خاک ڈالی اور تنقید کے عزم بالجزم کو از سرِ نو تازیانۂ شوق و شمار کندۂ شخصیات ـــ وفنون ہائے لطیفہ............اوہ معاف کیجئے گا تنقید لکھتے اور کرتے ہوئے ہماری زبان گاڑھی ہو کر فارسیا گئی ہے۔ ہاں تو ہم کہہ رہے تھے کہ تنقید کے عزم کو تھپتھپایا اور تنقید جاری رکھی۔ اب یہ کہ ادھر ہم گھر سے نکلے تو تنقیدیں شروع۔ گلی محلے میں صفائی نہیں تو وزیرِ صحت و تندرستی کابینہ پر تنقید۔ سڑک پر ٹریفک کا اژدہام دیکھا تو وزیرِ ٹرانسپورٹ وسپلائیز برائے حکومت پر تنقید۔ پائپ لائین سے پانی رِستا دیکھا تو وزیرِ محکمۂ سپلائی آباں پر تنقید۔ حتیٰ کہ جب تنقید کے لئے کوئی وزیرِ باتدبیر باقی نہ بچا تو سب وزیروں کے وزیر یعنی اعلیٰ وزیر کو یہ کہہ کر ہدفِ تنقید بنایا کہ اُونگھ رہا ہے۔ اور جھٹ سے یہ محاورہ جڑ دیا کہ ''جب روم جل رہا تھا تو نیرو بانسری بجا رہا تھا'' حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ نیرو کے پاس بانسری تو اپنی تھی ہمارے پاس وہ بھی نہیں ہے۔ پس اے عزیزو! اسی طرح قدم قدم پہ تنقیدیں بپا ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ ایک روز ہم نے ایک باپردہ خاتون کو روک کر یہ تنقید کر ڈالی کہ ''اے گل بدنِ شہرِ خوش ادا! باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن اس دور میں جب ہر طرف ملبوسات اور بدن ہائے نازک کی نمود و نمائش جائز و ناجائز دعوتِ مژگانِ ہر خاص و عام حصولِ سند و قبولیت پذیر ہے۔ آپ کا خلیفہ ہارون الرشید

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے زمانے کا یہ ڈریس اپ چہ معنی دارد؟''۔

پس اس روز تنقید پر سے ہمارا دل کھٹا ہوا کہ اُس خاتونِ ضخیم و معرکتہ الآرا نے شانِ بے نیازی سے چلمن ہٹائی اور بڑے کرخت لہجے میں گویا ہوئیں:

''کیا کہا؟ خاتون ہوگا تیرا باپ'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے ہمیں بھاگنے کی مہلت بھی نہ دی یعنی ان کا ہاتھ اور ہمارا گریبان۔ خاتون، جو دراصل خاتون نہیں تھیں، بلکہ مِن وعَن آصف زرداری کے زمانۂ عہدِ شباب و کباب ہائے سندھ ولندن و پیرس طرز کی دو عدد پھڑ کاؤ مونچھیں، بلکہ گلدستہ ہائے مونچھ رکھتی تھیں، کڑک کر بو............ ''اے تو کیا بولا! خاتون الرشید............ میری وائف کو تو کیسے جانتا؟'' پس صاحبو اور بادشاہو! ہم سڑک کے دوسرے کنارے پڑے تھے اور وہ خاتون، جو دراصل خاتون نہیں تھیں، چلمن گرائے خراماں خراماں دوسری سمت رواں تھیں۔ ایک ضعیف الملاعمر ٹائپ کے نوجوان نے ازراہِ رشک و ہمدردی ہمیں قریب کے شفا خانے تک پہنچایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خاتون، جو دراصل خاتون نہیں تھیں، کی بیگم کا نام خاتون تھا اور خود ان کا رشید۔ اور صاحب الرشید در پردہ ہائے برقعۂ سیاہ و چلمنِ تابدار، افیون کی امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتے تھے۔ پس اس خاتون الرشید کے چکر میں کئی روز تک ہدایات و نسخہ ہائے دوائے ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ مالش بھی کرواتے رہے۔ ہم نے ان خاتون، جو دراصل خاتون نہیں تھیں، کے طرزِ عملِ غیر صالح سے نصیحت باندھی اور تہیہ کر لیا کہ تنقید نہ کریں گے۔ گو کہ اس میں، تنقید میں، فائدے بہت تھے۔ ایک تو لوگ بلا وجہ خائف رہتے تھے۔ جاہل اس لئے بات نہیں کرتے تھے کہ میاں بڑا عالم ہے، بچ کے رہو۔ اور عالم یہ سمجھتے تھے کہ نقاد ہے نہ جانے کب اور کہاں............ خیر نقاد ہونے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ اپنی بات پر چاہے وہ بجا ہو یا بے جا اڑے رہ سکتے ہیں۔ اڑے رہنے کا یہ فائدہ ہے کہ کوئی بھی طوفانِ باطل آپ کو ہلا نہیں سکتا۔ بہر کیف! تنقید سے توبہ کی اور لسانیات پر توجہ مرکوز کی، بلاشبہ تنقید کے بعد لسانیات میں کافی اسکوپ ہے۔ اس میں بھی آپ آئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

روز نئے نئے گل بوٹے کھلا سکتے ہیں اور ایک زبان کا رشتہ دوسری زبان سے جوڑ کر اپنے آپ کو لسانی تحقیق کا جدِ امجد حیدر آبادی کہلا سکتے ہیں۔ ہم نے بھی اپنے نام کے ساتھ ماہرِ لسانیات و مطالعات ولحیات الاموات، الشرح بالقبور النشور لکھوا کر لسانیات پر لیکچر دینے کی ریہرسل شروع کر دی۔ ریہرسل کے لئے ہم نے میر انیسؔ کی طرح قدِ آدم آئینہ اپنی خواب گاہ ہائے خرگوش میں نصب کروایا اور لیکچرز کی پریکٹس بالفعل شروع کر دی۔ اب ہم اردو کا رشتہ قدیم سنسکرت اور آریائی زبانوں سے جوڑ رہے ہیں اور جونہی یہ جوڑ جڑ جائے گا قارئینِ کرام آپ کو مطلع کیا جائے گا۔ کیونکہ ہم نے سنسکرت کو قومی سطح پر قومیانے کا فیصلہ بھی کر لیا ہے اس لئے اردوئے کربلائے معلیٰ کے ساتھ اس کی رشتہ داری انشاء اللہ سود مند ثابت ہوگی۔ اُمید ہے کہ اس کے بعد ہمیں شری دیوی پدما، مسز پدما بھوشن لعل، یا گیان پیٹھ سنگھ رخِ زیبا جیسا کوئی اعزاز مل جائے گا۔ اب حکومت کو ہمیں باضابطہ طور ماہرِ لسانیات کے طور قبولنا چاہیے ورنہ اس کے اثرات شیئر مارکیٹ پر ہرگز اچھے نہ ہوں گے۔

فی زمانہ لسانیات میں کیریئر بنانے کا موقعہ بایں طور پر تابناک ہے کہ کلاسیکل زبانوں سے خاص و عام کی واقفیت کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ سنسکرت فارسی اور عربی کی مشکل تعبیرات کو اردوا کر رعب قائم کیا جا سکتا ہے۔ شرق وغرب میں ہمیں اگر کوئی خوف ہے تو بس ملّا حضرات کا جو ہماری ذولسانی تُک بندیوں کی پول کھول سکتے ہیں، چنانچہ ہم نے ایک مضمون شمالی ہند کی مختلف بولیوں کے مابین ربط ڈھونڈنے کے لئے سپردِ قرطاس کر لیا ہے اور خود کو ماہر ''بولیات'' باور کروایا ہے تاہم نہ جانے کیوں بچوں کو سپارہ پڑھانے کے لئے آنے والے مولوی صاحب ہمیں دیکھتے ہی 'خخ خ اور کھی کھی کھی' قسم کی بے ہنگم ہنسی ہنسنا شروع کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ہماری اس قدر گہری عملی اصطلاح کے تانے بانے مسالک البول اور بول و براز سے جوڑتے ہیں۔ قارئین! ہمارا رعب آپ پر پڑے نہ پڑے لیکن مولویوں سے احتیاط لازم ہے ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

▪ کوئی ہمیں بچائے اور انعام پائے

عزیزو! کچھ عرصہ سے ہم شدید کرب والم، اندوہ وغم میں مبتلا ہیں، زندگی ہمارے لئے سوہانِ روح بن چکی ہے، ہم حیات بخش ساعتوں کو ترس چکے ہیں اور شب وروز ہمارے لئے بلائے ناگہاں ہیں، ہر وقت سینے پہ آرے چلتے ہیں، ہماری ہر سانس ہمارے لئے عذابِ عظیم ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ویسے تو ہم اپنی پیدائش کے حادثے کے روز سے ہی ان عوارض میں مبتلا ہیں اور بقول میرؔ چرخِ کہن سے شکوہ سنج ہیں لیکن ان دِنوں بطور خاص ہم پہ واقعی آرے چل رہے ہیں اور یہ آرے عُدو نہیں خود ہمارے اپنے چلائے جاتے ہیں۔ صبح صبح گھر سے نکلتے ہیں بقول مرزا نوشہ 'ہائے ہائے' 'اور ہے ہے' کی تکرار کرتے ہوئے، راستے میں کبھی بلبلِ کوہستانی اور کبھی اسکندر یارزعفرانیؔ آملتے ہیں۔ جو پہلے تو حالاتِ حاضرہ پہ اپنا مدلل تجزیہ پیش کرتے ہیں اور بعدازاں اس مناسبت سے اپنے دیوان ہائے اکبری واصغری کے صفحات اُلٹتے جاتے ہیں اور ہم پہ تازہ غزل، جدید غزل، انتہائی جدید غزل، آزاد غزل، غزلِ مسلسل اور شہر آشوب سمیت تمام اصناف آزماتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ہم چلنے لگیں تو ہمارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور کلام سناتے جاتے ہیں۔ کئی بار کلام اور ٹریفک اژدہام کے بیچ ہم مرتے مرتے بچے۔ دفتر کے دروازے تک ہمیں یہ سب برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس دفتر میں شعرا کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

داخلہ ممنوع ہے لہذا ہم جان کی امان کے لئے دفتر کے کارکنانِ قضاوقدر کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے داخلِ دفتر ہوتے ہیں۔ ادھر دفتر میں ہاہا کار کا مچی ہے، سب افرادِ دفتر ہال میں نصب اُس بڑے ٹیلی ویژن کے گرد اکٹھا ہیں، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تصویر اس میں زیادہ واضح نظر آتی ہے۔ سو ہم بھی معمول کے مطابق اس بھیڑ میں کھڑے ہو کر شوق نظارگی کو ہوا دیتے ہوئے دیکھنے لگتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑے سے پنڈال پہ ایک بزرگِ توانا جلوہ افروز ہیں اور کھلے میدان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں سر موجود ہیں، سروں کی بھیڑ دیکھ کر ہمیں فی الفور حضرت علامہ یاد آتے ہیں جن سے روایت ہے کہ جمہوریت میں بندوں کو تولتے نہیں گنتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ پس منظر میں موسیقی لہریں لے رہی ہے اور بزرگِ توانا کے سامنے دو چار مرد و زن قومی جھنڈا لہراتے ہوئے وہ قومی گیت گا رہے ہیں جو اصل میں قومی گیت نہیں۔ جھنڈا لہرانے والے مرد و زن میں ایک کی شناخت ہمیں دشوار معلوم ہوئی کہ انہیں مرد کہیں کہ زن۔ بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ زن ہیں۔ بعد ازاں جب تقریر کے نام پہ انہوں نے چنگاڑنا شروع کیا تو ہمیں پھر شبہ ہوا۔ اس بارے تحقیق کو غیر ضروری جان کر ہم نے اپنی راہ لی۔ ہم اپنی کرسی پہ بادلنا خواستہ جا بیٹھے اور بعد از استفسار ہمارے ایک دفتری ساتھی پیارے لال تکرار نے ہمیں بتایا کہ بزرگِ ناتواں دراصل 'گاندھیائی' ہیں اور ملک کو جدید آزادی دلانا چاہتے ہیں۔ اللہ اللہ! تو گویا آزادی کے متوالے صرف ہمارے ہاں ہی نہیں پورے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر یک گونہ اطمینان ہوا کہ آزادی کے لئے لٹھ لے بھڑنے والے ابھی زندہ ہیں۔ ہم نے بزرگِ ناتواں کو دل ہی دل میں شاباشی دی اور ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے انہیں واردِ کشمیر ہونے کا مشورہ دیا اور بعد ازاں اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ دفتری چیخم دہاڑ اور ہاہار کے بعد تھکے ماندے گھر پہنچے۔ ارادہ تھا کہ کچھ دیر آرام کریں گے اور جب خوب سیر ہو کر آرام کر لیں گے تو پھر آرام کریں گے۔ گھر پہنچتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ بیگم ٹیلی ویژن سیٹ کے آگے گم سُم بیٹھی ہیں، تپائی پہ ترکاری چھلنے کے انتظار میں ہے اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

باورچی خانے سے چاول جلنے کی بُو آرہی ہے۔بیگم ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے' کی تصویر بنی بیٹھی ہیں فرق یہ ہے کہ زارو قطار آنسو رواں ہیں، آنکھیں کھلی ہیں اور بال بکھرے ہیں۔ہمیں شبہ ہوا کہ بیگم کی والدہ جو اتفاق سے ہماری ساس ہیں، گزشتہ کچھ دنوں سے شدید نزلے کا شکار تھیں، داغِ مفارقت دے گئی ہیں (حالانکہ یہ لفظ داغ یہاں نامناسب ہے)۔ہمیں دل ہی دل میں بے حد افسوس ہوا کہ اگلے ہفتے مرحومہ کی ۶۵ ویں سالگرہ تھی، لیکن اجل نے سالگرہ کا تزک واحتشام دیکھنے کا موقعہ تک نہ دیا۔چونکہ ہم بے حد تھکے ہوئے تھے' اس لئے اس موقعہ پہ ہمیں بے اختیار مرزا نوشہ یاد آئے کہ 'کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور'۔ہم نے دل ہی دل میں ارادہ باندھا کہ اب بیگم کو صدمے سے باہر لانا چاہیے ہم ٹیلی ویژن کا ریموٹ ان کے ہاتھ سے لیکر انہیں صبرِ جمیل کی ہدایت کرنے والے تھے کہ انہوں نے انتہائی درشت انداز میں ہمارا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا ''دکھائی نہیں دیتا کیا؟ شکنتلا کو طلاق ہوگئی ہے''۔غور سے دیکھنے پہ معلوم ہوا کہ شکنتلا کو واقعی طلاق ہوگئی ہے اور وہ حسبِ سابق دوسرے رشتے کی تلاش میں نکل پڑی ہے۔معاملہ اب اگلی قسط میں بیان کیا جائے گا۔عزیز و صاحبو اور بادشاہو! بس یہ ہے ہمارا احوال۔جب بھی گھر پہنچتے ہیں ٹیلی ویژن پہ عجیب منظر دیکھتے ہیں، بڑی بڑی حویلیوں میں سجی سجائی خواتین، شادیاں طلاق، مقدمے اور گھریلو وارداتیں۔مرد حضرات اچکن، کرتے پاجامے اور کوٹ پتلون میں سجے دھجے، خواتین ساڑھیوں، پتلونوں اور دیگر انواع واقسام کے ملبوسات میں ملبوس گھریلو 'طوائف الملوکی' کے نت نئے گر بیان کرتی ہیں۔ہمارا دعویٰ ہے کہ ہماری بیگم کو یہ سارے گُر انہیں ٹیلی ویژن سیریلز سے ملے ہیں۔(یہ بات ہم آپ سے کہہ رہے ہیں براہِ کرم آپ اسے کسی سے کہیے گا نہیں) ہم حیران و پریشان ہیں کہ خداوندا تیری یہ مخلوق کیسی ہے جو بڑے بڑے ایوانوں میں رہتی ہے، جو کوئی کام نہیں کرتی لیکن کروڑوں کا حساب کتاب کرتی ہے، جس کے مرد خواتین کی طرح اور خواتین مردوں کی طرح لڑتی ہیں، یہ پری چہرہ لوگ، اور یہ غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے۔بیچ بیچ میں اگر ہمارے ٹیلی ویژن سیٹ کا ریموٹ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آزاد ہو جائے اور ہمیں چینل بدلنے کا موقعہ ملے تو وہی بزرگِ تانواں اور ان کے پنڈال پہ ناچتے گاتے مرد و زن۔ یا پھر ایک چینل پہ ایک بزرگِ رعنا، جو خود کو بزرگ نہیں مانتے، لوگوں کو فی الفور اور شارٹ کٹ انداز میں کروڑ پتی بنانے کی سعی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ یا پھر اسٹیج پہ ناچتے گاتے نوجوان۔ اللہ اللہ! ان نوجوانوں کو دیکھ کر حضرتِ علامہ کی اس روایت پہ ہمارا ایمان مزید مضبوط ہوا کہ 'نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے'۔ دورانِ نشریات آنے والے اشتہارات کے متعلق ہمیں بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ ان کو مسلسل دیکھنے کے باعث بہتیرے نوجوانوں کو وقت سے پہلے پیری اور بہت سے بچوں کو وقت سے پہلے بلوغت نے آلیا۔ ان میں سے کچھ اشتہارات تو ایسے ہیں صاحبو جنہیں دیکھتے ہیں تنہائی میں بھی ہماری نظریں نیچی ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ شرم کے معاملے میں ہم کافی جری اور بیباک واقع ہوئے ہیں۔

پس اے عزیزو! ہم انتہائی خلوص و احترام سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے اس مضمون کو اشتہار سمجھا جائے اور بذریعہ اشتہار ہذا ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جو کوئی بھی اس عذابِ عظیم سے ہمیں نجات دلائے منہ مانگا انعام پائے۔ کہ بقول جون ایلیا مرحوم

''حیرت ہے میرے پاس نظر کس کے پاس ہے'' ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

▪ استاد اور نظمِ حقیقی

ایک روز ہم، خود ہم، بیٹھے سوچ رہے تھے کہ ایک طویل قامت، باریش بزرگ ایک عدد سفید کرتے پاجامے اور جناح کیپ سمیت ہمارے دفتر تشریف لائے۔ ہم نے انہیں، خود انہیں، بغور دیکھا اور لگے سوچنے کہ انہیں کہاں دیکھا ہے۔ یہی حالت ہماری آئینہ دیکھتے ہو جاتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ آئینے میں جو صاحب ہیں انہیں کہیں دیکھا ہوا ہے۔ بعدازاں جب پہچان نہیں پاتے تو مرزا نوشہ کی طرح آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح اس روز بھی ہم نے سفید کرتے پاجامے اور جناح کیپ کو مع ایک عدد باریش کے اندر آتے دیکھا تو بعدازسوچ بچار بھی ہمیں کچھ معلوم نہ پڑا۔ ویسے ہمیں دن کو کم ہی معلوم پڑتا ہے شب میں البتہ ہماری آنکھیں نورِ بصارت سے روشن ہو جاتی ہیں۔ قارئین کرام، یہ بات ہم نے آپ سے کہی ہے براہِ کرم اسے کسی سے کہیے گا نہیں۔ اس سے قبل ہم اسے، بات کو، صرف اپنی بیگم کو بتا چکے ہیں۔

ہاں تو بعدازدعا سلام موصوف نے موسم کے متعلق دریافت فرمایا۔ ہم نے کہا الحمدللہ کئی روز سے مسلسل بارش ہو رہی ہے۔ ندی نالے بھر چکے ہیں اور اب گلی محلے بھی قاسم خان کی نہر بننے والے ہیں تاہم موسم اچھا ہے۔ پھر موصوف نے ہماری صحت کے متعلق دریافت فرمایا اور ہم نے کہا الحمدوللہ بخیر و عافیت ہیں بس گزشتہ روز آم کھا لئے تھے، سوچا گھٹلیوں کے دام ہیں، سو اس باعث دست کی شکایت ہے، دانت تب سے دست درازی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرر ہے ہیں، تپش بھی ہے، چکر بھی آتے ہیں اور نزلے نے بھی آلیا ہے، لیکن الحمدللہ باقی سب خیریت ہے۔ بعداز دریافتِ حال وچال موصوف نے ہماری تعریف فرمائی اور ہمارے علم وادب کے ڈنکے بجنے کا ذکر بڑے شوق سے فرمایا اور زبان وادب کے تئیں ہماری خدمات پر ایک نہایت عمدہ اور فصیح تقریر فرمائی اور ہمیں تمام علومِ ظاہری و باطنی کا ماہر گردانا۔ ہم بڑے انہماک سے سنتے رہے کہ وہ باتیں ہی اتنی اچھی کرر ہے تھے۔ سوچا کہ ان کی تمام گفتگو جو ہماری ذات وصفات کے حوالہ سے تھی، کو ریکارڈ کرلیا جائے تاکہ سند رہے، اور یار دوستوں کی محفل میں ہمارے کام آئے، کہ جو آئے روز ہماری جہالت پہ قہقہے لگاتے ہیں اور عوام میں ہماری حماقتوں کے قصے چٹخارے لے لے کر بیان کرتے ہیں، لیکن افسوس ریکارڈر نہ ہونے کے باعث ایسا نہ ہوسکا۔ بہرکیف! جب موصوف اچھی اچھی باتیں کر کے تھک چکے تو ہم نے عرض کیا بزرگو! اب ذرا تعارف بھی ہوجائے تو کیا حرج ہے۔ اس پہ موصوف چند لمحے خلا میں ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر گویا ہوئے کہ اپنے بارے میں بیان کرنے میں مجھے چنداں دلچسپی نہیں۔ میں شہرت کا بھوکا بالکل نہیں۔ میں تو درویش آدمی ہوں، نام فیروز دین اور دیناؔ تخلص ہے۔ لوگ محبت سے اُستاد فیروز دیناؔ کہتے ہیں۔

یہ سنتے ہی ہماری روح فنا ہوگئی۔ تو گویا موصوف شاعر بھی ہیں۔ شاعروں سے ہمیں خداواسطے کا بیر ہے۔ شعر کہیں گے اور پھر سنانے کے لئے گلیوں، محلوں گھومتے پھریں گے، اور جب تک مکمل دیوان مع تازہ کلام نہ سنالیں دم نہ لیں گے۔ اس دوران اگر کوئی روکنے اور ٹوکنے کی کوشش کرے کہ حضرت ایک ذرا رکیں، میں فشارِ خون کی دوا کھا کر لوٹتا ہوں یا آج بچے کا ختنہ کروانا ہے، بازار سے مچھلی وغیرہ لانی ہے، تو بہت چیں بہ جبیں ہوں گے، اور چشمہ ناک پر ٹکا کر انتہائی خشمگیں نگاہوں سے آپ کو دیکھیں گے اور پھر آپ کی نااہلی، جمالیاتی حس کی پژمردگی، ذوق اور فنونِ لطیفہ کے تئیں آپ کے بیمار رجحان پہ آپ کو کوسیں گے اور بزرگوں کو ٹوکنے پر سخت سرزنش کریں گے اور دوبارہ غزلِ مسلسل شروع کر دیں گے۔ اس دوران، شاعر اگر نشہ باز ہیں تو سگریٹ، پان، نسوار اور زردہ معہ تھوک کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سلسلہ بھی چلتا رہے گا۔ اور اگر شاعر صوفی منش ہیں تو ہر پانچویں منٹ چائے کی فرمائش کریں گے۔ ہمارے ساتھ بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ صبح گھر سے کسی کام کے لئے نکلے۔ راستے میں کوئی شاعر مل گئے پھر شام کو تھکے ہارے گھر پہنچے، کسی نے پوچھا کہاں تھے، جواب میں کوئی بہانہ گھڑ دیا۔ حتیٰ کہ ایک بار ہمارے ایک عزیز دوست جو اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز رہے ہیں اور شعر کہتے ہیں، ہمیں سرِ راہ مل گئے۔ بعد از سلام دعا انہوں نے چائے کافی کے لئے پوچھا تو ہم نے بھی اخلاقاً ہاں کہہ دیا۔ اس کے بعد جو ہوا اس کے متعلق ''سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا'' کی رسم کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بیان سنا جائے کہ چائے خانے کے ایک نیم تاریک سے گوشے میں ایک میلی سی میز کے قریب ہم جا بیٹھے۔ موصوف نے چھوٹتے ہی چائے کا آرڈر دیا اور فرمانے لگے کہ کل وہ پہاڑ پر سیر کرنے گئے تھے۔ قدرت کے حسین نظارے دیکھ کر ایک نظم ہوئی ہے، میں چاہوں گا آپ بھی سنیں، واہ کیا عمدہ نظم ہوئی ہے۔ بالکل ولیم ورڈز ورتھ اسٹائل کی، بلکہ اس سے آگے کی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس نظم کو صرف اور صرف آپ جیسا ادیب ہی بہتر سمجھ سکتا ہے یا پھر میں خود۔ یہ کہتے ہی موصوف نے نظم شروع کی اور ہم نیم خوابیدہ انداز میں سنتے رہے کہ نظم ابھی ختم ہو جائے گی اور پھر ہم اپنی راہ لیں گے۔ لیکن ورڈز ورتھ اسٹائل کی نظم ختم ہوتے ہی موصوف نے گوئٹے کے شخصیت و فن پہ چھلانگ لگائی اور وہاں سے سیدھے حافظ و خیام تک جا پہنچے۔ حافظ اسٹائل کی کچھ غزلیں۔ اور خیام انداز کی کچھ رباعیات۔ اس دوران اپنی عادت سے مجبور بارہا انہوں نے بلند بانگ قہقہے لگائے، ہمارے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا اور اپنے اشعار کی شرح میں الگ مصروف رہے۔ اس کے بعد کا، عزیزو! ہمیں کچھ ہوش نہیں۔ چائے آتی رہی اور وہ اپنے علم و فن معہ عروض و بیان، نیز فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھاتے رہے، اتنا یاد ہے کہ چائے والا اور اس کا خادم دونوں دستہ بستہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ چائے خانہ کے بند ہونے کا وقت ہو چلا ہے، لہذا جان کی امان عطا کی جائے۔ وہ دن اور آج کا دن، شاعر کو دیکھتے ہی ہمارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہی چپکے سے اپنی راہ لیتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں۔ شاعروں کے متعلق ہماری رائے ہے کہ یہ صرف کتابی ہی اچھے۔ جونہی شاعر بہ نفسِ نفیس سامنے آئے اس کی عظمت کے سارے بت تراخ سے ٹوٹ جاتے ہیں اور عظمتِ فن ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا تو یہی تجربہ ہے اس لئے آپ بھی احتیاط برتیں۔

ذکر تھا اُستاد فیروز دیناؔ سے ہماری ملاقات کا۔ بعد از تعارف موصوف نے بتایا کہ میں ایسا ویسا شاعر نہیں، شاعرِ حقیقی ہوں۔ ہم نے دریافت کیا اُستاد شاعرِ فطرت، شاعرِ غم، شاعرِ ملت، شاعرِ عشق تو ہم نے سنا ہے، یہ شاعرِ حقیقی کیا ہے؟ اس پہ موصوف حسبِ عادت چند لمحے چپ رہے، ہمارے چہرے کی طرف ٹکٹی باندھ کر تکتے رہے اور جب خوب سیر ہو کر تک چکے تو بولے۔ شاعرِ حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ وہ شاعر جس میں عشقِ حقیقی ہو۔ میں اُس ذات کے عشق کا شاعر ہوں۔ یہ کہتے ہوئے موصوف نے اپنی اُنگشتِ شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور نعرہ لگایا ''حق ھُو، الحق''۔ ہم نے پہلے بغور ان کی انگلی کا تعاقب کیا اور بعد ازاں ان کے چہرے کا مشاہدہ۔ شکل سے بھلے مانس لگتے تھے اور عمر کے اس دوراہے پر تھے جہاں عشقِ مجازی کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں عشقِ مجازی حقیقی کی پہلی سیڑھی ہے، تو غالباً استاد فیروز دیناؔ اس سیڑھی سے بحفاظت چڑھ آئے ہیں۔ ہم نے از راہِ خلوص و ہمدردی عرض کیا کہ یا اُستاد ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔ اُستاد بولے کہ ہمیں اپنا دیوان چھاپنا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے تاج عالم ڈائری سن انیس سو تہتر اپنے چولے سے نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ اور ڈھونڈ ڈھانڈ کر ایک نظم نکالی اور ہمیں سنانے لگے۔ نظم میں اور سب کچھ تھا بس نظم نہیں تھی اور یہی غالباً اس نظم کی خوبی تھی کہ وہ نظم نہیں تھی۔

اُستاد فیروز دیناؔ سے یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ ہم ممنون ہیں کہ اُستاد نے صرف ایک نظم پہ اکتفا کیا اور معہ دیوان رخصت ہو لیے۔ اُستاد کو دیوان چھپوانے کا حق ہے، کوئی پڑھے یا نہ پڑھے۔ لیکن ہمارے وہ عزیز دوست جو سرِ راہ ہمیں روک کر ہم پر غزل آزمائی کرتے ہیں ان سے ہم یہی کہتے ہیں کہ عزیزو! کیوں ہمارا وقت خراب کرتے ہو کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمارے پاس سوا اس کے، وقت کے، کچھ ہے بھی نہیں ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طرابلس طرابلس!

بادشاہو! کل ہم بیٹھے حقہ پی رہے تھے، اپنے مخصوص انداز میں یادِ ماضی میں غلطاں وپیچاں۔ اِرادہ تھا کہ ہمیشہ کی طرح ان واقعات کو یاد کریں گے جن کے باعث ہم بقول علامہ 'شمشیر وسناں اوّل اور طاؤس ورباب آخر' تک پہنچے، نیز یہ بھی خیال تھا کہ چونکہ آج تنہا ہیں، کوئی شور وشر نہ ہے، لہذا 'دشت ودریا میں گھوڑے دوڑانے کا منظر' یاد کریں گے علاوہ ازیں جب خوب سیر ہوکر لطف اندوز ہوجائیں گے تو آرام کریں گے۔ اس خاطر ہم نے پھاٹک کو مقفل کررکھا تھا کہ کوئی آئے اور اپنا سامنہ لے کر واپس چلا جائے۔ ہمیں اپنا سامنہ لیکر بے نیل ومرام واپس چلے جانے والوں کا منہ دیکھنے میں شروع سے ایک خاص حظ محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمیں اس لفظِ بے نیل ومرام سے بھی سخت پریشانی ہے۔ بے نیل ومرام کی جگہ اگر بے رنگ وسیاہ فام استعمال کیا جاتا تو زیادہ فصیح ہوتا۔ اس پہ بھی ہمارا اِرادہ ہے کہ جلد ہی ایک عدد ضخیم ومعرکۃ الآرا لغت ترتیب دیں گے جس میں ایسے الفاظ کے جدید منظرنامے میں ممکنہ حقیقی مفاہیم معہ حواشی دیئے جائیں گے۔ حقہ پی رہے تھے اور یادِ ماضی میں غلطاں، سمرقند وبخارا سے ہوتے ہوئے اصفہان اور اس کے بعد کوفہ وبغداد پھر اسکندریہ، قاہرہ اور طرابلس۔ ہم ایسے میں چہاردانگ عالم گھومتے پھرے، مجال ہے کہ کسی نے ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا ہو۔ خراسان پہنچے تو لوگوں میں زبردست افراتفری اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خوف و ہراس پایا۔ معلوم ہوا کہ کوئی بلائے ناگہاں آیا چاہتی ہے۔ شاہِ خراسان کو ایک سفید عربی گھوڑے پہ سوار بے سروسامانی کی حالت میں بھاگتے دیکھا بعدازاں معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک اونچی چٹان سے گھوڑے سمیت دریا میں چھلانگ لگا دی ہے اور تب سے ان کا کوئی اتا ہے نہ پتا۔ بغداد میں البتہ منظر بڑا پُرکیف دیکھا۔ یہاں بڑی بڑی درسگاہوں، کتب خانوں، ایوانوں اور محلوں میں خوب خوب رونق۔ اہلِ بغداد کی فصاحت اور بلاغت دیکھ کر ہم بے حد خوش ہوئے۔ کئی عظیم الشان درسگاہوں، مساجد، خانقاہوں اور ایوانوں میں علما و مشائخ کو ذکر اذکار اور دعا تعویذ میں مصروف پایا، کئی جگہ بڑی علمی بحثیں اور منطق اور فلسفہ نیز فقہ پہ مناظرے و مظاہرے بھی دیکھے۔ یک گونہ اطمینان ہوا کہ اہل بغداد کی مساعی جمیلہ و رشیدہ کے باعث ابھی دنیا میں ہماری طوطی زندہ ہے۔ لیکن بعدازاں ایک مخبر کی توجہ پہ دیکھ کر اور خوشی ہوئی کہ بغداد کا محاصرہ کیا جا چکا ہے اور آئی بلا کو ٹالنے کے لئے اہل بغداد ختمات، دعا تعویذ اور اذکار میں مصروف ہیں۔ ہمارا ماننا ہے کہ یہ انتہائی مناسب اقدام ہے، بلا چونکہ پوچھ کے نہیں آتی، اور ہم چونکہ صلہ رحمی کے قائل اور امن پسند لوگ ہیں لہذا بلا کو ٹالنے کے لئے اس سے زیادہ موثر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کچھ لوگوں کو البتہ اس طریق کار پہ شور غل کرتے بھی دیکھا لیکن ہمیں ان کا رویہ چنداں پسند نہ آیا، معلوم ہوا کہ بغداد کو گھیرنے والے کا نام ہلاکو ہے۔ ہمیں نام سے ہی یہ شخص ایک نمبر کا لُچا، بدمعاش اور قتل وخوں کا رسیا نظر آیا۔ ذرا آگے بڑھے تو سمرقند میں کئی مقامات پہ لوگوں کو حضرت تیمور کے خلاف بیانات داغتے اور شور مچاتے بھی دیکھا۔ کابل میں تو محمود و ایاز کو ایک صف میں نماز ادا کرتے بھی پایا اور بعدازاں حضرت علامہ سے اس امر کی تصدیق بھی ہوئی۔ رستم و دارا اور قیصر و کسریٰ کے شہروں کا بھی مختصر دورہ کیا لیکن وہاں کوئی خاص چیز ہمیں متاثر نہ کرسکی سوائے اس کے کہ قیصر اور کسریٰ اپنے ناموں سے قطعی مختلف پائے۔ نوشیرواں کو ایک باغ میں کچہری لگائے بیٹھے دیکھا، دریافتِ حال پہ معلوم ہوا کہ انصاف فراہم کر رہے ہیں، وہاں سے لوٹے تو دہلی پہنچے، یہاں کیا دیکھتے ہیں کہ تیرہ سال کی عمر میں بادشاہ ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گئے جلال الدین میاں محمد اکبر عقد پہ عقد کیے جا رہے ہیں، اور کوئی پوچھنے کا نہیں، ہمیں رشک وحسد نے آلیا۔ دریافت کرنے پہ ایک شخص نے جان کی امان پانے کی درخواست پہ بتایا کہ میاں جلال الدین محمد اکبر کے یہ عقد ان کی ایک پالیسی کا حصہ ہیں جس سے راجپوت اپوزیشن کو شاہی کے چسکے میں مبتلا کر کے بغاوت جیسی بلائے بد سے دور رکھنا مقصود ہے، ہمیں اکبر کی یہ پالیسی اچھی لگی، اور اس کے ظاہری فوائد، باطنی اثرات و مضمرات کے متعلق سوچ سوچ کر ہمیں اکبر کی دور دراز اندیشی کا قائل ہونا پڑا، ایک مقام پہ پہنچے تو ایک قلعے کی فصیل پہ بیٹھے ایک بادشاہِ وقت کو ٹوپیاں سیتے ہوئے پایا، ہم سخت متعجب ہوئے، اور سوچا کہ ضرور اس شخص کے دماغ میں خلل ہے جو بادشاہ کا لباس زیب تن کر کے ٹوپیاں سیتا ہے۔ دریافت کرنے پہ معلوم ہوا کہ یہ سچ مچ بادشاہ ہے سنا ہے کہ اس قدر صاحبِ ایمان ہے کہ اپنے خرچے کے لئے خزانے سے ایک اشرفی تک نہیں لیتا، ٹوپیاں سیتا ہے اور اس کے محنتانے سے گھر چلاتا ہے۔ ہمیں شک ہوا کہ ضرور اس بادشاہ کا خزانہ خالی ہے، یا اس پہ لگے قفل کی چابی کھو گئی ہے، لیکن بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ ایسا نہیں۔ خزانے میں بے شمار زر و جواہر کا انبار لگا ہے، لیکن بادشاہ خود ہی سنکی قسم کا ہے۔ خزانے سے اپنے اخراجات لینے میں عار محسوس کرتا ہے اور اسے حرام قرار دیتا ہے۔ اپنی محنت سے کمانے کھانے پہ یقین کرتا ہے۔ ہمیں بادشاہِ وقت کا یہ وطیرہ چنداں نہیں بھایا، بادشاہ کو بادشاہ ہونا لازم ہے۔ ہمیں اس شخص، جس کا نام ہمیں اورنگ زیب بتایا گیا، کی عادت پہ ترس آیا، ارادہ تھا کہ اس کے پاس جا کر اسے سمجھائیں کہ میاں بادشاہ بنو بادشاہ! رعایا کے پیسے کو اپنا سمجھو اور ممکن ہو تو خزانہ محفوظ مقامات پہ، جیسے سوئیزرلینڈ کے بینکوں، یا امریکہ و برطانیہ میں منتقل کر دو۔ لیکن پھر ایک بھلے مانس کے اشارے پہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ اس نے ہمیں اشارتاً بتا دیا کہ یہ بادشاہ کس طبیعت کا ہے اور معاف کرنا اس کی سرشت میں شامل نہیں چاہے وہ سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

دہلی سے ہوتے ہوئے اندلس میں عبدالرحمٰن اوّل کے لگائے پیڑ کے قریب پہنچے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہی تھے کم بخت پھاٹک زور زور سے کھٹکھٹانے کی آواز سے چونک اٹھے۔ بالکونی سے جھانک کے دیکھا کہ کون نابینا ہے جو دروازے پہ پڑے قفل ضخیم وصمیم کے باوصف اس اندازِ بے ربط کے ساتھ ہمارے 'تاریخی سفر' میں خلل انداز ہو رہا ہے۔ دیکھا تو حضرت اسکندر یار زعفرانی تھے۔ جی میں آیا کہ فی الفور زعفرانی سے کہیں کہ میاں آنکھیں خداوندِ قدوس کا بیش قیمت عطیہ ہیں، انہیں استعمال میں لاتے رہا کرو اور یہ دیکھو کہ پھاٹک پہ سیر بھر کا قفل پڑا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم گھر پہ نہیں۔ لہذا پھاٹک کھٹکھٹانے کے کیا معنی۔ چپ چاپ اپنی راہ لو، لیکن بد اخلاقی کے خوف سے ایسا نہ کر سکے۔ پھاٹک کھولا تو میاں اسکندر یار زعفرانی چھوٹتے ہی بولے: ''کچھ سنا تم نے؟''

''کیا بھئی!'' ہم نے دریافت کیا

''اماں یار ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ طرابلس پہ قبضہ ہو گیا ہے''

ہم چند لمحے میاں اسکندر یار زعفرانی کو بھول گئے اور حضرتِ علامہ کی نظم 'فاطمہ بنتِ عبداللہ یاد آئی' اور ہم لگے سوچنے:

'ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی' ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

▪ کچھ غزل کی، کچھ چاند کی' چاندماری

آہا! آج ہمیں رہ رہ کر اس مشاعرے کی یاد آ رہی ہے جو ہمارے اسکول میں برپا ہوا اور یہ ہماری زندگی کا سب سے پہلا مشاعرہ تھا جو ہم نے، خود ہم، نے سنا تھا۔ اس کے بعد تو بس مشاعرے اور ہم اور باقی نام رہے اللہ کا۔ اس مشاعرے کا ایک واقعہ اس طرح یاد ہے کہ ایک صاحب جنہیں ہم اس وقت شاعر سمجھے تھے، اپنا نام پکارے جانے پر اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے اور ہوتے ہی، جلوہ افروز، یوں گویا ہوئے:

''ایک غزل پیش خدمت ہے، عنوان ہے ''عشق ومحبت'' (قارئین سے گزارش ہے کہ عنوان کو اپنی سہولت کے عتبار سے بدل لیں، ہمیں تو بھئی یہی مرغوب ہے)۔ یہ کہتے ہی شاعر موصوف نے اپنے تخلیقی جوہر دکھانے شروع کیے۔ وہ اپنے فن کا مظاہرہ اور ہم ان کے قد کاٹھ کا مشاہدہ کرنے لگے۔ سیاہ رنگ، جسامت میں پہلوان، سفید قمیض اور سفید ہی پتلون۔ ٹھوڑی پر ہاتھ بھر داڑھی اور باقی کھلا میدان۔ ہلکی مونچھیں، پچاس پچپن کے لپیٹے میں رہے ہوں گے۔ اُن کی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم مسلسل یہ سوچتے رہے کہ ہمارے اردو کے استاد اسلم فاروقی ہمیں آج تک غلط سبق پڑھاتے رہے کہ عنوان صرف نظم کا ہوتا ہے غزل کا نہیں۔

ہمیں اسلم فاروقی کی کم علمی، جہالت پیشہ وارانہ نااہلی پر رہ رہ کر پہلے رنج اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بعدازاں بے حد غصہ آتا رہا۔ اصل میں اسلم فاروقی اردو کے ایک اچھے استاد تھے، پہلے خوب محنت اور محبت سے پڑھاتے تھے بعدازاں انہیں صفات میں بے رحمی کا اضافہ کر کے خوب مارتے تھے۔ لیکن خال خال ہی ان سے کسی کو مار پڑتی تھی کیونکہ ان کا اندازِ بیاں خود دل میں اتر تا تھا۔ آدھا سبق ان کا لہجہ ہمیں ازبر کروا دیتا تھا۔ آدھا ہم خود کر لیتے تھے کہ آخر ہمارا بھی تو کچھ فرض بنتا تھا۔ اسلم فاروقی کی ہمارے دل میں بے حد عزت تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ زبانِ اردوئے معلیٰ کے استاد تھے اور ہمیں بھی سوائے اردو کسی اور مضمون میں چنداں دلچسپی نہ تھی، ہاں البتہ سائنس کے مضمون میں سرتھامس ایلوا ایڈیسن اور نیوٹن کو استثنیٰ حاصل تھا۔ وہ بھی اس لئے کہ اولالذکر نے بجلی کا بلب ایجاد کیا تھا، اور مرغی کے انڈوں پہ جا بیٹھے تھے۔ مؤخرالذکر یعنی سرنیوٹن نے بھی سنا ہے حرکت کے تین اصول دریافت کیے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں کافر، ملحد اور بے دین تھے، ہمیں یقین ہے کہ یہ دونوں جنت میں ہرگز ہرگز جانے کے نہیں لیکن پھر بھی ہم ان کی دریافتوں سے ازراہِ کرم استفادہ کرتے تھے اور ہیں۔ یعنی 'گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن' بلکہ یہاں تو پیر کیا جوان و مرید تک روشن و درخشاں ہیں۔ سرتھامس کے بلب سے ہم استفادہ کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ انڈے ہماری من پسند غذا ہیں۔ اس لئے ایڈیسن سے ایک نسبت یہ بھی ہے۔ البتہ ہم ان کی طرح سنکی ہرگز نہیں کہ مرغی کے انڈوں پہ جا بیٹھیں اور سوچیں کہ اس میں سے چوزے نکلیں گے۔ یہ تو بھئی ملحدانہ سوچ ہے۔ ہمارا کام انڈے کھانا ہے نہ کہ ان فضولیات میں پڑنا کہ اگر مرغی انڈوں پہ بیٹھ کر چوزے نکال سکتی ہے تو ہم کیوں نہیں؟۔ اللہ! معاذ اللہ! ہمیں اجتماعی وانفرادی طور یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے الحمد وللہ کبھی ایسی کافرانہ سوچ نہیں رکھی۔ ورنہ ہم میں اور اغیار میں فرق ہی کیا رہ جاتا۔ ایک وہ دوسرے صاحب تھے۔ کیا نام تھا ان کا۔ نیوٹن! یہ حضرت ایک روز سیب کے باغ میں پیڑ کے نیچے بیٹھے فکرِ فردا (بھلا یہ بھی کوئی فکر ہے) میں مبتلا تھے کہ دفعتاً ایک سیب 'دھپ' سے ان کے قریب آ گرا۔ موصوف سوچنے لگے یہ سیب اُوپر سے نیچے کی طرف کیوں آیا ہے نیچے سے اوپر کیوں نہیں گیا؟ پس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہیں سے اُن کی پریشانیاں شروع ہوئیں، حتیٰ کہ انہوں نے حرکت کے تین اصول مع قوتِ کشش دریافت کر لیے جنہیں ہم بھرپور استعمال کرتے ہیں لیکن بھئی ملحد آخر ملحد ہے۔ آخر کار وہ بھی مر کھپ گیا، جنت میں البتہ وہ ہرگز جانے کا نہیں۔ دیکھئے ایسے منفی سوچ والے لوگوں کا جنت میں کیا کام۔ بھلا کوئی تُک بھی ہے۔ بھئی سیب اگر گرا ہے تو تم اسے کھاؤ۔ تم تو پیڑ گننے لگے۔ ہم ہوتے تو جھٹ سے سیب چٹ کر جاتے بلکہ اِدھر اُدھر دیکھ کر، کہ کوئی ہمیں دیکھ تو نہیں رہا، کچھ اور سیب بھی اُتار لیتے۔ بہرکیف! مذکورہ دونوں کی ایجادات کا ہم بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ جو ہم نے گھروں میں قمقمے لگا رکھے ہیں، جنہیں ہم جب چاہتے ہیں آن یا آف کر لیتے ہیں اور اندھیرے نیز اجالے کا مقدور بھر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انڈے کھاتے ہیں، منفی سوچ سے پرہیز کرتے ہیں۔ سر نیوٹن کے پہلے دو اصولوں سے ہمیں کوئی خاص علاقہ نہیں لیکن ان کا تیسرا اصول یعنی 'ہر حرکت کا ردِ عمل حرکت بھر ہوتا ہے' ہمارے بہت کام آتا ہے۔ (حرکت سے مراد کوئی بھی حرکت، جیسے عطار کے لونڈے کی حرکت، حزب، اختلاف کی حرکت وغیرہ)

سر نیوٹن کا مذکورہ تیسرا اصول ہمارے بے حد کام آیا۔ اس سے ہمیں پتھراؤ، توڑ پھوڑ، احتجاج، جلسے جلوس، اسمبلیوں، جرگوں، کچہریوں اور ہڑتالوں میں بہت مدد ملتی ہے۔ ہم پہلے ناپ تول کر ایسا عمل کرتے ہیں کہ اس کا ردِ عمل عمل بھر آئے اور پھر جب آجاتا ہے، ردعمل، تو باقی رہے نام اللہ کا!

ایک اور بات یاد آئی۔ اُس زمانے میں یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہمارے شعراء حضرات، بُت، صنم، چرخ، عشق، کافر وغیرہ کے چکروں میں کیوں رہتے ہیں۔ ہر شاعر ان الفاظ کو کم از کم دو تین بار اپنی غزل میں ضرور دہراتا تھا، اس لئے ہمیں اِن الفاظ اور دیگر ایسے الفاظ کی عظمت کا بھرپور احساس ہونے لگا تھا۔ ہم ایسے الفاظ کے معنی تلاش کرتے اور لغات میں ان پر خط کھینچ کر پہروں الفاظ اور معانی کے باہمی ربط، ان کے صوتی ولسانی رشتے پر غور کرتے رہتے۔ اس حوالہ سے ہم نے انتہائی جرات مندی کا ثبوت دیتے ہوئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مولوی فیروز دین ڈسکوی مرحوم ومغفور کی ''فیروز الغات'' (اکبری، عکسی واضافہ شدہ ایڈیشن) تک کو نہیں بخشا۔ گھنٹوں مغزماری کر کے ایسے الفاظ ڈھونڈ ڈھونڈ نکالے جو صوتی، لسانی اور معنوی اعتبار سے ہمیں بے ربط لگتے تھے۔ ہم نے تو ''فیروز الغات'' تک کو بدلنے کا عزم بالجزم کرلیا تھا تاہم چند در چند مجبوریوں کے باعث ایسا نہ ہوسکا۔

ایسے بہت سے االفاظ جن کے معانی ان کے، الفاظ کے، ساتھ میل کھاتے نظر نہیں آتے تھے، کی ایک طویل فہرست ہم نے مرتب کررکھی تھی ارادہ تھا کہ اولین فرصت میں اس کام کو 'منطقی انجام' تک پہنچا کر دم لیں گے۔ ایسے الفاظ میں 'چرخ' کہ جسے ہم نے کلاسیکی شعراء کے ہاں بکثرت پڑھا تھا۔ ہم جہاں بھی اسے، چرخ، کو پڑھتے فوراً فیروز اللغات نکال کر اس کے معنی تلاشتے اور پھر آسمان کی طرف دیکھتے کہ ضرور اس میں کہیں کسی جگہ کوئی نہ کوئی چرخہ ہے جبھی تو اچھے بھلے آسمان کو چرخ کہہ دیا گیا۔ اس وقت تک ہمیں یہی معلوم تھا کہ بقول دادی اماں چاند پر ایک بڑھیا بیٹھی صدیوں سے چرخا کات رہی ہے، سو ہم چرخ اور چرخے کی مناسبت سے نت نئی کہانیاں گھڑتے اور خود کو تسلی دیتے اور حضرت مولوی فیروز الدین ڈسکوی کے بھرم اور اپنے دل میں ان کی عظمت کے بُت کو ٹوٹنے سے بچاتے رہتے تھے۔ لیکن افسوس بعدازاں یہ بھرم بھی جاتا رہا جب معلوم پڑا کہ کوئی نیل آرمسٹرنگ تو چاند سے ہو آئے ہیں، انہیں تو وہاں کوئی بڑھیا نظر نہیں آئی۔ اگر آئی ہوتی تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ نیل کی اس حرکت کا سن کر ہمیں بے حد صدمہ ہوا۔ پھر یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ ان بدعقیدہ لوگوں کا کیا بھروسہ بھئی۔ ممکن ہے بُڑھیا وہیں کہیں کسی کونے میں بیٹھی ہو، یا اس کمبخت نے بڑھیا کو دیکھا بھی ہو اور دانستہ ہمیں جھٹلانے کے لئے جھوٹ بول رہا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نیل چاند پر گیا ہی نہ ہو، کسی جزیرے پر مٹر گشتی کرتا رہا ہو اور چاند سے لوٹ آنے کا شوشہ چھوڑ دیا ہو۔ عین ممکن ہے کہ بڑھیا وہیں ہو اور نیل کو نظر ہی نہ آئی ہو۔ بدعقیدہ اور ملحد لوگوں کو اسرار و رموز کہاں نظر آتے ہیں۔ ہمیں تو بالکل یقین نہیں۔ ہو نہ ہو نیل آرمسٹرنگ کی اس کاروائی کے پیچھے کوئی سازش ہے۔ اور خاص کر ہمیں بدنام کرنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے لئے ویسے بھی اغیار ہمیشہ ہی موقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ رُوسی خفیہ اداروں کا بھی یہی خیال ہے کہ نیل آرمسٹرنگ چاند پر گیا ہی نہیں۔ اس بات میں ہمیں دم لگتا ہے۔ رُوس بڑا اچھا ملک ہے، ہر برے وقت میں اس نے ہماری مدد کی ہے۔ اس کے خفیہ ادارے بھی سنا ہے نیکوکار لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔ اللہ اللہ!

ویسے روس کی سیر کا کوئی موقعہ ملے تو ہم ایسے نیکوکار لوگوں سے ضرور ملنا چاہیں گے۔ بلکہ روس کو ہم سے شرفِ ملاقات کے لئے ہمیں دعوت نامہ ضرور بھیجنا چاہیے۔ آپ بلاشک روسیوں تک ہمارا یہ عندیہ پہنچا سکتے ہیں، ہاں بس ذرا یہ احتیاط رہے کہ ہمیں شہر تاشقند سے سخت پرہیز ہے۔ اس نامراد شہر میں سنا ہے ہنستے کھیلتے جایئے اور سربمہر واپس آیئے۔ ہمیں شاستری جی نہیں بھولے۔ اسلئے احتیاط لازم ہے۔

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ روسی لوگ یک محوری ہو کر کیسے لگتے ہیں؟ ویسے ہی لانبے کوٹ، مفلر اور فر والی ٹوپیاں پہنتے ہیں یا نہیں۔ مدت سے چیخوف، احمدیوف، گورباچوف، سرفبانوف اور بلاخوف وغیرہ سن کر ہمیں ان سے ملنے کی سخت للک ہے۔ روسیوں تک یہ بات پہنچائی جانی چاہیے تا کہ وہ ہمارے لئے تقریب بہر ملاقات کا انتظام کر سکیں ہاں! ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

▪ اب کے ہم خواب بھی نہ دیکھیں کیا؟

اور پھر وہی ہوا جس کا ہمیں ڈر تھا

یعنی ہم نے پھر ایک خواب دیکھا اور وہ سچ ثابت ہوا۔ گو کہ خواب دیکھنے کی ہمیں قبلہ پیر و مُرشد کی جانب سے سخت ممانعت تھی لیکن حیف کہ ہم باوجود کوشش اسے، خواب کو، آنے سے نہیں روک پائے۔ ہمارے پیر و مُرشد حضرت علامہ ابوالہول متقی کراماتی مضافاتی اور اشرف المخلوقاتی نے ہمارا ہاتھ، داہنا، دیکھ کر فرما دیا تھا کہ تم خواب مت دیکھنا، کہ اس سے نتائجِ بد کا اندیشہ ہے۔ ہم ذرا پریشان ہوئے کہ بقول مرزا نوشہ اب ہم خواب میں بھی بوسہ لینے سے رہے، اور عرض کیا کہ اے حضرت! اس میں، خواب نہ دیکھنے میں، کیا مصلحت ہے، بارے تفصیلی بیان ہو جاوے۔ اس پہ قبلہ پیر و مُرشد کامل و عاقل و بالغ نے پہلے تو اس گستاخانہ رویے پر سرزنش کی اور بعد از سرزنش فرمایا کہ دیکھو تمہارا مشتری کا ستارہ زہرہ کے زیرِ اثر ہے، اور وہ مریخ کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے، مریخ کا سایہ میونسپلٹی کے زیرِ قبضہ ہے، دریں اثناء عطاردان سب پر نظریں گاڑے بیٹھا ہے، جب تک یہ اسے ٹکٹی باندھے دیکھتا رہے گا اس کا اثر تمہارے روزہ مرہ پر رہے گا۔ بطور خاص تمہاری 'خوابی دُنیا' متزلزل رہے گی۔ لہٰذا تمہارے لئے مشورہ بلکہ حکمِ مُرشدِ مرادات یہ ہے کہ تم تا حکمِ ثانی خوابوں سے بچے رہو، یعنی انہیں، خوابوں کو، دیکھنے سے گریز کرو۔ بصورتِ دیگر تمہیں سب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواب بلیک اینڈ وائٹ نظر آئیں گے اور تاثیر و تعبیر دونوں میں بد ہوں گے۔ یہ کہہ کہ ہمارے قبلہ پیر و مرشد نے اس زور سے ہمارا ہاتھ جھٹکا کہ ہمیں اپنے کاندھے کی ہڈی کھسکنے کی آواز صاف سنائی دی۔ ہمارے منہ سے بیساختہ آہ نکلی لیکن مرشدِ کامل کے کان پر جوں تک نہ رینگی (جوں کا نہ رینگنا بھی ایک کرامت شمار کی جائے ورنہ ہم جانتے ہیں کہ موصوف کو پانی سے کس قدر پرہیز ہے)۔ پیر و مرشد بدستور چلم کے کش لگاتے رہے۔ ایک خادم جو اس دوران چلم میں جانے کیا ڈالے جارہا تھا جس کے زیرِ اثر ان کا جلال دیدنی تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ ممکنہ طور پر یہ کوئی ایسا لوبان ہے جس سے قوم وملت کا غم جاتا رہے، واللہ اعلم بالصواب۔ ہم نے ہڈی کھسکنے کی آواز کو اپنے مرشدِ کامل و عاقل و بالغ کی کرامت سمجھا اور ایسا کوئی خیالِ بد اپنے دل میں نہ آنے دیا کہ یہ موصوف کی جسمانی طاقت کا کمال ہے کہ جو پچھتر کے لپیٹے میں ہونے کے باوجود ہمارے ایسے جوان الملاعمر ٹائپ کو اتنی آسانی سے جھٹک دیا۔ دریں اثنا کش لگاتے اور شامی کباب کھاتے رہے۔ یکا یک انہوں نے تالی بجائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خادم دست بستہ حاضر ہوا، موصوف نے ان کے، خادم کے، کان میں کچھ فرمایا جس کے اثر سے اس کی، خادم کی، آنکھیں سرخ اور سر کے بال کھڑے ہو گئے۔ ہم ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ماجرا کیا ہے کہ خادمِ خاص کا ہاتھ ہمارے کالر پر تھا جس کے نتیجے میں ہم دروازے کے باہر۔ پس اس روز سے ہم نے خواب دیکھنا ترک کر دیا۔ ویسے بھی حضرت پیر و مرشد صاحب کو خواب دیکھنے، کتابیں پڑھنے اور کھوج پرکھ کرنے والوں کی حالتِ زار دیکھ کر سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں کہ موصوف علم حاصل کرنے کے لئے چین جانے کی تاکید کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ وہاں جا کر پڑھنے مت بیٹھ جانا۔ جو کچھ ہم نے سمجھا یا بجھایا ہے وہی اصل ہے باقی سب نقل۔

پس اے عزیزو! حضرت کی مشتری زہرہ عطارد اور مریخ کی گتھی ہمارے پلے نہ پڑنی تھی نہ پڑی۔ لیکن ہم نے خواب نہ دیکھنے کا عزم بالجزم کر لیا اور پختہ نیت باندھ لی کہ حضرت کے حکم سے ایک انچ اِدھر نہ اُدھر کھسکیں گے۔ اس کے لئے، خواب نہ دیکھنے کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لئے، ہم نے زبردست مشق بہم پہنچائی اور دنوں بلکہ ہفتوں تک نیند کی شری دیوی کا منہ نہیں دیکھا۔ یہ ہمارے عزم وہمت کا ہی کمال تھا کہ جوں ہی ہماری پلکیں بھاری ہونے لگتیں ہم جھٹ سے ایک زوردار طمانچہ اپنے گال پہ جڑ دیتے بلکہ بعضے دفعہ تو ہم نے گاندھی جی کا مقولہ سچ ثابت کرنے کے لئے بعداز طمانچہ فی الفور خود کو دوسرا گال بھی پیش کر دیا اور ایسا کر کے ہم اپنا سا منہ لیکے رہ گئے کہ آخر ہاتھ اپنا تھا، گال اپنا، نیند اپنی تھی خواب اپنے۔ چند روز تک تو یہ معمول رہا تاہم بعدازاں یہ دِقت آئی کہ اپنے ہی گال پہ طمانچے کی طاقت نہ رہی۔ 'ضعف میں طعنۂ اغیار' کا شکوہ بھی جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ہمیں بھی حضرت کی طرح اس ،طمانچہ کے لئے، ایک عدد خادمِ خاص رکھنا پڑا۔ پس جونہی ہماری پلکیں بوجھل ہونے لگتیں، خادمِ طمانچہ زوردار انداز میں ایک دائیں اور دوسرا بائیں گال پر جڑ دیتے۔ اس سے کچھ روز تو افاقہ رہا حتیٰ کہ پہلے ہفتے کی تنخواہ لینے کے بعد خادمِ طمانچہ بھی تائب ہو گئے اور ہمیں ایک ہونہار طمانچہ بردار سے محروم ہونا پڑا۔ بعداز تحقیق ان کے، طمانچہ بردار کے، متعلق معلوم ہوا کہ موصوف ایک سیاسی جماعت سے وابستہ تھے اور انہیں پارٹیاں بدلنے کی خاص مہارت ہے۔ پس اے بادشاہو! ہم نے خود اپنی سی کوششیں جاری رکھیں لیکن حیف کہ ہم ناکام ہوئے اور نیند نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا۔ بعضے دفعہ تو ایسا ہوا کہ نیند کی شری دیوی تشریف لائیں تو ہم نے دست بستہ دیوی جی کو پرنام کیا اور عرض کیا کہ دیکھئے محترمہ آپ تشریف لائیں، دیدہ ودل فرشِ راہ۔ لیکن معاف کیجئے ہم پہلے بتائے دیتے ہیں کہ ہم ہرگز ہرگز کوئی خواب نہ دیکھیں گے۔ پہلے پہل تو یہ تدبیر کارگر رہی بعدازاں گاہ بہ گاہ خواب آنے لگے۔ ایک دن ہم نے، خود ہم نے، خواب میں دیکھا کہ ہم، خود ہم، اپنے ایک ہمسائے کے ہاں دعوت میں شریک ہیں۔ کچھ روز بعد معلوم پڑا اہاں دعوت ہی تھی۔ یعنی ان کی، ہمسائے کی، دخترِ نیک اختر ازخود والدین کا بوجھ کم کرتے ہوئے ایک چھابڑی والے سے بلا تکلف منکوحہ ہو گئیں اور بعدازاں شوہرِ نامدار سمیت والدین کی خیر وعافیت دریافت کرنے پہنچیں۔ اس موقعہ پر بڑی پُرلطف ضیافت ہوئی۔ ہم نے تو نہیں کھائی تاہم جنہوں نے کھائی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

انہیں دوبارہ کھانے کی للک ہے۔ اللہ اللہ! اسے کہتے ہیں جدت۔ ایک اور خواب ہم نے دیکھا یعنی ہمارے یارِ طرحدار و ناہنجار حضرت اسکندر یار زعفرانی کی ترقی ہوئی ہے۔ جاگتے ہی نہار منہ ان کے گھر پہنچے کہ مبارک باد پیش کریں اور ان سے، یار زعفرانی سے، چائے پانی کا سابقہ حساب بھی چکتا کریں لیکن معلوم پڑا کہ زعفرانی کو تو مسلسل غیر حاضریوں پر معطل کر دیا گیا ہے۔ اپنا سا منہ لیکر واپس لوٹے لیکن ایسے کچھ واقعات کے مشتہر ہونے سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے پاک وصاف کردار پہ حاسدوں نے خوب خوب کیچڑ اچھالا۔ کم بخت ان دنوں بارشیں بھی بہت ہو رہی تھیں اس لئے جس کے ہاتھ میں جتنا آیا، کیچڑ، اس نے ہماری ذات پہ دے مارا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ ہمارا کردار آئینہ کی طرح ہے جس کی قلعی کھل چکی ہے۔

عزیزو! خواب تو آخر خواب ہیں۔ یہ ''خواب مرتے نہیں'' کہ مصداق جونہی موقعہ ملے جھٹ سے آنا شروع ہو جاتے ہیں اور حیرت انگیز طور پر پیر و مرشد کی پیش گوئی کے عین مطابق بلیک اینڈ وائٹ اور تاثیر و تعبیر میں بدثابت ہوتے ہیں۔ ابھی کچھ ماہ پہلے ہم نے ایک خواب دیکھا کہ ہمیں جاپان کا وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں، جاپان میں، زبردست زلزلہ آیا، ہمارے ان دوستوں نے جنہیں ہم اپنا یہ خواب سنا چکے تھے ہمیں خوب لعن طعن کی کہ بھئی تمہارے باعث یہ سب تباہی ہوئی ہے۔ ہم خواب دیکھتے رہے اور دوستوں کو سناتے رہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ہمیں منحوسِ خوابی قرار دیکر ہمارا ناطقہ بند کر دیا جو ہنوز بند ہے۔ دیکھئے کب کھلتا ہے۔

اب ہم نے عہد کر لیا ہے کہ خواب دیکھیں تو کسی کو سنائیں گے نہیں۔ اب یہی دیکھئے کہ کل ہم نے، خود ہم نے، خواب دیکھا کہ ہم، خود ہم، خواب دیکھ رہے ہیں۔ آگے کا احوال ہماری ایک پرانی نظم کے ایک بند میں ملاحظہ فرمائیں:

''کوئی ایسے عالم میں
میری بند پلکوں پر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنے ہاتھ رکھتا ہے
اک شناسا خوشبو سے
اک کھنک کے جادو سے''

.... قارئین! یہ بات ہم نے آپ کو اپنا سمجھ کر بتائی ہے۔ للہ اسے کسی سے کہیے گا نہیں کہ بات نکلتے نکلتے نکل جاتی ہے اور ہماری بیگم تک جا پہنچی تو خواہ مخواہ ہمیں غصہ آئے گا۔ ویسے ہم ڈرتے ورتے کسی سے نہیں لیکن احتیاط لازم ہے ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دربیانِ قیامت

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ نیند ہے اور ہم ہیں۔ یعنی نیند کے لئے ہمیں اور ہمارے لئے نیند کو بنایا گیا ہے، لہذا اشیائے خورد ونوش کے علاوہ جو شئے ہمیں از حد مرغوب ہے وہ نیند۔ ہم کھاتے ہیں، سوتے ہیں ور جب تھک جاتے ہیں، کھانے اور سونے سے، پھر سوتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک معالج نے ہمارا قلب، (باطن نہیں) دیکھ کر فرمایا کہ ہمیں صبح وشام بیس منٹ تک چہل کر قدمی کرنے کی از حد ضرورت ہے، پس اس روز سے ہم نے ارادہ باندھ لیا کہ ہم چہل قدمی کریں گے۔ تاہم چہل قدمی کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ یہ کم بخت نیند میں ہو نہیں سکتی۔ لہذا ہم نے نیت باندھ رکھی ہے کہ چہل قدمی کریں گے اور ضرور کریں گے، اب کب کریں گے اس کے متعلق ہمیں معلوم نہ پڑا تو دوسروں کو کیسے؟

سو کہنے کی غرض وغایت یہ ہے کہ ایک روز علی الصبح ساڑھے گیارہ بج جب ہم، خود ہم، سو رہے تھے کہ اچانک ہم، خود ہم، جاگ اٹھے۔ ہڑبڑائے اور کیا دیکھتے ہیں کہ بستر پہ دراز ہیں۔ خیر جلدی جلدی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ جاگے کیوں ہیں؟ بعد از سوچ بچار معلوم ہوا کہ ہمارا موبائل بج رہا ہے بلکہ اس کی لے بج رہی ہے۔ اس کم بخت موبائل میں خرابی یہ ہے کہ اس میں نام اور نمبر چھپائے نہیں چھپتے ورنہ ہم اسے، فون کی آمد کو، کسی یارِ طرحدار و ناہنجار کی شرارت سمجھ کر نظر انداز کر دیتے اور دوبارہ سو جاتے۔ پہلے یہی سوچا کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دوبارہ سو ہی جائیں، آخر موبائل ہی تو ہے، کوئی کوہِ نور ہیرا تو نہیں، کیوں اس کے لئے اپنی نیند خراب کی جاوے لیکن دیکھا کہ لندن سے ایک عزیز کا فون ہے پس پھر سوچا تاج برطانیہ کا مسئلہ ہے، ہمیں ویسے بھی تخت وتاج سے ایک خاص علاقہ ہے اور بادشاہت سے روحانی تعلق خاطر۔ اور فی زمانہ بادشاہتیں ہی کل کتنی بچی ہیں، لے دے کہ محض چار پانچ ہی تو ہیں سوائے ہمارے عرب بادشاہوں کے جنہیں ہم اس لئے عزیز ہیں کہ انہیں بھی ہماری طرح نیند سے روحانی تعلق ہے۔ یہی کچھ سوچا اور فون اٹھالیا۔ پہلے انہوں نے ہماری خیریت دریافت کی بعدازاں ہم نے اُن کی۔ پہلے انہوں نے ہماری بے پناہ یاد کا ذکر کیا بعدازاں ہم نے بھی کہارات ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ آپ کی یاددل میں کھوئی ہوئی سی آئی اس طرح کہ جیسے کسی ویران اور گنجان علاقہ میں اچانک بہار آجائے جس طرح ہماری فلموں میں گیتوں کے دوران دفعتاً ہیرو اور ہیروئین کے چاروں طرف رنگ برنگے لباس والی خواتین وارد ہوجاتی ہیں۔ پہلے انہوں نے نامساعد حالات اور دنیا کی بے ثباتی کا رونارویا بعدازاں ہم نے اپنا غم واندوہ بیان کیا اور قوم وملت کے درد اور اردو زبان کی خدمت میں روز افزوں نحیف ولاغر ہوجانے کے متعلق کہا۔ جب ہم ایک دوسرے کا حال احوال بیان کر کے خوب سیر ہو چکے تو ہم نے دریافت کیا کہ میاں یہ شور کیسا؟ بھانت بھانت کی بولیاں؟ قہقہے اور ہنسی کیسی؟ جواب میں بولے کہ ''میں اس وقت لندن کے ہائیڈ پارک میں ہوں''

پس عزیزو! یہیں سے ہماری پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ ہمیں یاد آیا کہ یہ لندن کا ایک معروف اور تاریخی پارک ہے۔ جس کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں ایک اسپیکرز کارنر، یعنی بولنے اور خوب بولنے کا گوشہ مختص ہے جہاں جو بھی منہ میں زبان رکھتا ہے اپنے مند پسند موضوع پر اظہارِ خیال کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتا ہے اور بھڑاس نکالنے کے تو آپ کو معلوم ہے کس قدر فائدے ہیں۔ ہم ہائیڈ پارک میں گئے تو نہیں البتہ اس کے متعلق خوب خوب معلومات رکھتے ہیں، خواب میں البتہ اس کی چہل قدمی کی ہے، اسے یوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سمجھا جائے کہ ہم لندن نہیں گئے ہاں ہائیڈ پارک ضرور جا چکے ہیں۔ اُردو کے تمام بڑے ادیب وشاعر یہاں کی سیر کر چکے ہیں جن میں انشاجی، فیضؔ، قدرت اللہ شہاب، اشفاق احمد وغیرہ۔ اور فی زمانہ تو ہمارے کئی ادیب وہیں، لندن میں، ہی مقیم ہیں اور ہر روز ہائیڈ پارک جاتے ہیں۔ اب صرف ہم ہی اس کی سیر سے محروم ہیں، اس بارے اردو والوں کو کچھ سوچنا چاہیے۔ اگر کوئی بھی اکادمی، انجمن یا ادارہ ہمیں لندن لے جانا چاہے تو ہمیں چنداں اعتراض نہ ہوگا۔ گو ہمیں صرف سفر سے سخت حذر ہے خاص کر ہوائی۔ لیکن اردو کی خدمت کے جذبے کے تحت ہم یہ بھی گوارا کرنے کو تیار ہیں لیکن قارئین کرام! یہ بات ہم نے صرف اور صرف آپ سے کہی ہے آپ بھی کسی سے کہیے گا نہیں ورنہ عوام الناس میں یہ تاثر جائے گا کہ اردو کی خدمت کے نام پر ہم خدانخواستہ سیر سپاٹے کا شوق رکھتے ہیں۔ ہاں اگر خاموشی سے اردو کے کارکنانِ قضاوقدر تک یہ بات پہنچادی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ہائیڈ پارک غالباً اٹھارہویں صدر میں بنایا گیا تھا اور اسی صدی میں موئے فرنگیوں نے اس میں آزادیٔ اظہار کے نام پر اسپیکرز کارنر کا آغاز کردیا۔ فرنگیوں کی یہ چال بڑی کامیاب رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس پارک میں جو چاہے آزادیٔ اظہار کے گھوڑے کو دوڑا سکتا ہے۔ بعضے سننے والے اسے نظرانداز کر جاتے ہیں اور بعضے انہماک سے سن لیتے ہیں۔ بس معاملہ دل کی بھڑاس کا ہی ہے، اس کے، بھڑاس کے، نکلنے کے فوائد کے ساتھ ساتھ کچھ نقصانات بھی ہیں۔ سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ اس کے، بھڑاس کے، نکلنے سے تیر وتلوار چلانے یا نکلنے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور یہی اس کی سب سے بڑی خرابی ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ لندن میں کہیں تیر و بھالے نہیں چلتے، نہ کہیں بھاگ دوڑ، نہ گالی گلوچ، ۔ پولیس فارغ بیٹھی رہتی ہے اور منشی صاحب تھانے میں میز پہ سر رکھے جماہیاں لیتے رہتے ہیں، کوئی شور وشر نہیں۔ کوئی نعرے بازی نہیں۔ پتھراؤ اور سنگ باری تو بالکل نہیں۔ توبہ ہے بھئی! ہم ایسے ملک میں ایک دن نہ رہ سکیں۔ پتہ نہیں یہ فرنگی کس مٹی سے بنے ہیں۔ یہ احوال ہم نے سن رکھا ہے اصل کیا ہے یہ تو وہاں جا کر ہی معلوم پڑے گا، اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لئے اردو کے بہترین مفاد، اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے ہمارا لندن جانا بے حد ضروری ہے تاکہ ہم دیکھیں اور عبرت حاصل کریں اور بعدازاں ایک سفرنامہ لکھیں جس سے اردو زبان کو تقویت حاصل ہو۔ اگر ایسا انتظام ہو جائے تو وہاں کی کسی اکادمی سے بات کر کے ہمارے لیکچر و کچر کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے سکہ رائج الوقت کے سوا کوئی معاوضہ ہم پہ حرام۔ دو چار ایسی تقریبات اردو زبان کے لئے فائدہ مند ہوں گی۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ ہم تو فقیر منش ہیں، ہمیں دولت شہرت اور سیر سپاٹے کا کوئی شوق نہیں، ہمارے متعلق مرزا نوشہ کہہ چکے کہ ''نہ ستائش کہ تمنا نہ صلہ کی پرواہ''۔ لہٰذا ہمارے اس مضمون کو اہل اردو ایسے کسی دعوت نامے کی قبولیت کی رسید تصور کریں۔

بات کہاں کی تھی کہاں جا پہنچی۔ ہمارے عزیز کا فون اور ہائیڈ پارک کے شور غل میں ان کی گھبرائی ہوئی آواز: ''بھائی صاحب! سنا ہے اس ماہ کے آخیر کو قیامت برپا ہونے والی ہے۔ سخت خوف و ہراس میں ہوں کہ وطن عزیز سے دور قیامت کے سیلاب میں مارے گئے تو بیگم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اس لئے سوچا چلو ہائیڈ پارک اور اسپیکرز کارنر چلتے ہیں، شاید کچھ جی بہلے''۔

قیامت کا ذکر سن کر ہمیں اس بارے کی گئی پیشگوئی یاد آ گئی اور وہ حضرت بھی جنہوں نے یہ فرمائی ہے۔ ان کے دل گردے کو داد دی کہ ہر بار قیامت کی پیشگوئی کے ناکام ہونے کے باوجود شکست تسلیم نہ کی اور از سر نو اپنے علم کی طنابیں تان کر ایک اور پیش گوئی فرما دی۔ نام ان کا ڈیوڈ کیمپلنگ ہے اور پیشے سے یہ براڈکاسٹر ہیں، پیشگوئیاں کرنے کا شوق علیحدہ ہے۔ موصوف نے سن انیس سو چورانوے میں بھی ایسی ہی پیشگوئی کی تھی لیکن قیامت ہے کہ آنے کا نام نہیں لے رہی۔ اب کے ڈیوڈ جی کا فرمانا ہے کہ اکیس مئی کی صبح ایک زبردست زلزلہ آئے گا اور اس کے ساتھ ہی قیامت کا آغاز ہو جائے گا۔ اور اکیس اکتوبر تک جو لوگ مسیحی نہیں وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ جنابِ مسیح دُنیا میں واپس آئیں گے اور تقریباً دو سو ملین افراد کو بچا کر جنت میں لے جائیں گے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا"

بارے اس کے ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ جنابِ مسیح شوق سے زمین پر تشریف لائیں اور اکیس ملین عیسائیوں کو اٹھا کر لے بھی جائیں، انہیں جنت میں حوریں ملیں اور دودھ اور شہد کی نہریں بھی۔ ہمیں اس میں چنداں اعتراض لیکن ہمارا سوال یہ ہے کہ دنیا کی باقی آبادی، جس میں ہم، خود ہم، بھی شامل ہیں کا کیا ہوگا؟ کیا سب بے نیل ومرام رہیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اس بارے ہم یہی کہیں گے کہ خدا ڈیوڈ جی کو بقول فیض مزید "ہمتِ کفر" اور "جرأتِ تحقیق" عطا کرے۔ وہ ایسی پیشگوئیاں کرتے رہیں تا کہ ہمارا دل لگا رہے۔

ہم نے لندن والے عزیز کو تسلی دی کہ میاں خاطر جمع رکھو۔ ابھی قیامت آنے کی نہیں، کم از کم ہماری زندگی میں تو ایسا لگتا نہیں، حالانکہ ہمیں اسے دیکھنے کی زبردست چاہ ہے۔ ہم نے اس کی ڈھارس تو بندھائی لیکن حقیقت میں اس خبر کے بعد ہمیں بخار نے آلیا۔ مئی کی اکیسویں کی صبح کو ہم حسبِ معمول بیدار ہوئے اور ناشتے میں نہاری پائے کھانے کے بعد افق پار نظریں جما کر بیٹھ رہے کہ قیامت اب آئی کہ تب۔ پورا دن ٹکٹکی باندھے تکتے رہے، ہاں چائے پانی کے لئے ایک آدھ بار ضرور ہلے بعد ازاں شام ڈھلتے ہمیں سخت مایوسی ہوئی، واپس اپنی خواب گاہ ہائے خرگوش میں بیٹھ رہے اور لگے سوچنے کی مرزا نوشہ تو بہت پہلے کہہ چکے ہیں کہ:

"قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگاں کا"

ڈیوڈ کیپلنگ نے شاید دیوانِ غالب نہیں پڑھا۔ نہ پڑھا ہو تو ہمیں اپنا پتہ بھیجیں ہم پہلی ڈاک سے نسخہ طباطبائی روانہ کردیں گے ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

■ اوہ آئی سی!

آپ نے او، آئی، سی کے متعلق تو سنا ہی ہوگا۔ یہ انگریزی کے تین حروف سے مل کر بنتا ہے۔او (بشکل انڈا، کرکٹ بال، یا گلوب) آئی (بشکل قطب مینار، پیرس ٹاور، مینارِ پاکستان) سی (بشکل کمان، ترکی جھنڈے پر موجود چاند، یا درانتی)۔انگریزی کے علاوہ پنجابی زبان میں بھی اس کے بڑے بلیغ معنی واقع ہوئے ہیں، جیسے ''اوہ آئی سی'' اسے یوں سمجھیے کہ اگر کوئی عاشق صادق کسی کالج کے باہر واقع کتب فروش سے یہ دریافت کرنا چاہے کہ ''وہ آئی تھی'' تو وہ پنجابی میں یہی کہے گا جو ہم نے اُوپر تحریر کیا ہے۔اُردو زبان میں یہ صورتِ حال نہیں بنتی تا آنکہ ''سی'' کی جگہ ''تھی'' نہ لگا لیا جائے۔لیکن پھر بھی اہلِ اُردو احتیاط برتیں۔بہتر ہے کہ وہ اپنے انداز میں تمثیلی اور استعاراتی پیرایہ اپناتے ہوئے کہیں ''رات بھر دیدہ نمناک میں لہراتے رہے'' یا ''غضب کیا تیرے وعدے پہ اعتبار کیا'' یا پھر ''تم آئے ہو نہ شبِ انتظار گزری ہے'' وغیرہ وغیرہ۔اگر کتب فروش ہشیار اور تجربہ کار ثابت ہوا تو انشااللہ جواب ضرور دے گا۔

اسی طرح انگریزی میں اس کی بڑی گہری اور عمدہ مثالیں موجود ہیں۔او، آئی، سی انگریزی زبان میں ایک استفہامیہ اصطلاح ہے۔یعنی اگر کسی خوش بخت فرنگی کی ساس اسے داغِ مفارقت دے جائے اور وہ بر سبیلِ تذکرہ اس کا ذکر اپنے دوست (دوسرے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فرنگی) سے کرے کہ کہ میاں بڑی صابروشاکر خاتون تھیں۔اس قدر مہلک بیماری سے اتنی پامردی اور حوصلے سے لڑیں کہ کیا بتاؤں۔ ہونٹوں پر آہ اور چہرے پر شکن تک نہیں آئی۔مرتے وقت چہرے پر بے انتہا نور دیکھا گیا۔اس وقت اس فرنگی کا دوست (دوسرا فرنگی) استفہامیہ انداز میں کہے گا''او آئی سی''۔حالانکہ پہلا فرنگی سفید جھوٹ بول رہا ہوتا ہے۔سب جانتے ہیں کہ فرنگی بدعقیدہ لوگ ہیں اور ایسوں کو مرتے وقت چہرے پر نور چہ معنی دارد؟ اگر یہ واقعہ ہمارے پیرومرشد کو معلوم ہو جائے تو فوراً دونوں فرنگیوں کو تہہِ تیغ کرنے کے احکامات صادر کردیں گے۔قارئین یہ واقعہ ہم محض آپ کو سنا رہے ہیں۔آپ اسے کسی سے کہیے گا نہیں ورنہ دو فرنگیوں کا خون ناحق ہمارے سر پڑے گا۔

تاریخ بلکہ جغرافیے کی ورق گردانی سے یہ بھی معلوم پڑتا ہے کہ ایک اور او آئی سی ہوئی ہے جس کے معنی آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن بتائے گئے ہیں۔اسے اردو میں بعضے سادہ دل لوگ تنظیم اسلامی کہتے ہیں حالانکہ اس میں اسلام اتنا ہی ہے جتنا ہمارے، خود ہمارے، پاس ایمان۔ بہرحال اس ضمن میں اپنا اپنا نظریہ ہے۔عین ممکن ہے کہ ہم چونکہ ابتدا میں حضرت کارل مارکس کے مداح رہے ہیں اور ہمارے پڑوس میں بھی ایک عدد کامریڈ واقع ہوئے ہیں لہذا ہمیں ہی اس میں، او آئی سی میں، اسلام نظر نہ آتا ہو واللہ اعلم بالصواب۔

او آئی سی حوصلہ اور اولاالعزمی کی زندہ مثال ہے یعنی اسلامک کوآپریشن۔حالانکہ سب جانتے ہیں کہ فی زمانہ کوآپریشن، خاص کر اسلامی، کا سرے سے کہیں وجود نہیں۔اسے اسلامی ملکوں کی تنظیم بھی کہا جاتا ہے اور بڑے دھڑلے سے کہا جاتا ہے۔واللہ یہ حوصلہ دیدنی ہے۔یعنی چھوٹی چھوٹی سلطانیاں اور آزاد بندوں کی ریاستیں جن میں نہایت عادل، دانشور، غریب پرورہ اور اسلام کے متوالے کچھ خاندان محنت و مشفقت سے حکمرانی کرتے ہیں اور شادیاں رچاتے ہیں۔ان شادیوں کے بڑے فائدے ہیں۔نئے شہزادے وجود میں آتے ہیں جو بعد ازاں لندن اور پیرس، لاس ویگاس اور بیروت کے نائٹ کلبوں میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اسلام کا نور اور دل کا سرور ڈھونڈتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اوہ آئی سی کا دفتر جدہ میں واقع ہوا ہے لیکن اس کا دل وائٹ ہاؤس میں اٹکا ہے۔ تنظیم کے اراکین بارے کہا گیا ہے کہ ان کے کپڑے واشنگٹن سے، درزی برطانیہ سے، کھانا اسرائیل سے اور مشروبات وعطر پیرس سے، مالشیے اتاترک کے ترکی سے آتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ چین اور روس سے بھی کچھ نہ کچھ منگوا لیتے ہیں لیکن محض از راہِ ہمدردی اور ان کا، چین اور روس کا، دل رکھنے کے لئے ورنہ ان کے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے۔ ہمارے ایک محترم دوست جن کا ہم اپنے بعد بے حد احترام کرتے ہیں، نے ہمیں بتایا کہ اوہ آئی سی کے قیام کے روز سے ہی اس کا صدر دفتر بیت المقدس قرار پایا تھا لیکن چونکہ یہاں کم بخت اسرائیل قابض ہے اور جب تک اسرائیل واپس برطانیہ نہیں چلا جاتا تب تک اس کے جدہ دفتر کو صدر دفتر قرار دیا جاتا رہے گا۔ مذکورہ یارِ طرحدار یا تو اوہ آئی سی کو قریب سے جانتے ہیں یا بالکل نہیں جانتے۔

بیت المقدس واپس لینے کے لئے اوہ آئی سے کے اراکین دفتر کے دفتر سیاہ کر چکے ہیں۔ اسرائیل کو پیار و محبت، منت و لجاجت سے بھی سمجھا چکے ہیں کہ میاں چپ چاپ یہاں سے اپنا بوریا بستر گول کرو۔ ہمیں یہاں قبلہ اوّل کے قریب اپنا صدر دفتر بنانا ہے لیکن یہ اسرائیل کم بخت بھی اس قدر ڈھیٹ واقع ہوا ہے کہ ہر بار جواب میں یہی کہتا ہے کہ بزرگو! میں تو جانے سے رہا آپ تیاری کریں۔ میں ان چکنی چپڑی باتوں میں آنے والا نہیں۔ تاج برطانیہ اور اعلان بالفور سے بدعہدی اور آقائے امریکہ کی خفگی مجھے قطعی منظور نہیں۔ لہذا بار بار استدعائیں کر کے میرا اور اپنا وقت برباد مت کیجئے۔ اب چونکہ او آئی سی کے ارکان سخت بہادر، فیاض اور صلح پسند واقع ہوئے ہیں وہ اسرائیل نامراد کی باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتے اور مزید ایک قرارداد منظور کر کے اس کی فوٹو کاپی بذریعہ مصر تل ابیب بھیج دیتے ہیں۔ اسرائیل چونکہ کایاں ہے لہذا ایلچی کی خوب خاطر مدارت کرتا ہے نیز زر و جواہر اور چند لونڈی غلام سمیت بذریعہ بیروت واپس بھیج دیتا ہے تاکہ بیچارہ ایلچی ایک آدھ رات کے لئے بیروت کے پانچ ستارہ ہوٹلوں میں سیر و تفریح کا لطف اٹھا سکے۔ بعد ازاں اسرائیل

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نامی یہ بد بخت ان قراردادوں کو چبا کر تھوک دیتا ہے۔ یہی اسرائیل کی فطرت ہے یہ پہلے بھی ایسی ہزاروں قراردادیں چبا کر کھا چکا اور اوآئی سی کی ساری محنت ضائع کر چکا ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ یہ ملک تباہ و برباد ہوگا۔ اس کا نشان تک نہ رہے گا داستانوں میں۔ اور یہ فلسطینیوں کی آہ و بکا سے نہیں بلکہ اوہ آئی سی کی قراردادوں کے نتیجہ میں ہوگا۔ جب دنیا سے کاغذ ہی ناپید ہوجائے گا تو یہ ملک اعلان بالفور کے کتابچے، اوآئی سی اور اقوام متحدہ کے رکن ممالک کے دوستوں کو خطوط اور کرنسی نوٹ کیسے چھاپے گا؟ اس طرح آئے گا دام میں صیاد!

اوہ آئی سی ہر سال موسم کی مناسبت سے اپنا سالانہ اجلاس منعقد کرتی ہے۔ ان اجلاسوں میں نیل کے ساحل سے تابہ خاکِ کاشغر مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھا جاتا ہے۔ اور بعد از سوچ بچار یہ طے کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال تنظیم موسم کی مناسبت سے ایک اور فکر انگیز اجلاس منعقد کرے گی۔ اجلاس میں سال بھر محنت اور مشقت سے لکھی ہوئی قراردادیں بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں تاکہ اغیار بھی سن لیں۔ اس دوران انواع واقسام کے کھانے پروسے جاتے ہیں، سنا ہے پریشان حال اراکین رقص وسرود کی محافل میں بھی جاتے ہیں اور جو سیر سپاٹے کا شوق رکھتے ہیں وہ سیر سپاٹا کرتے ہیں۔ اس دوران اگر امریکہ ایران کو دھوبی پاٹ کا داؤ آزما کر چت کردے، عراق اور افغانستان میں قیامِ امن کے لئے فوجیں اتار دے اور افغانستان کو پاکستان پر اور پاکستان کو ہندوستان پر پٹخ دے۔ اسرائیل اگر چاہے تو فلسطینیوں کو دریائے نیل میں ڈبودے امریکہ لیبیا کے صحرا کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ کر باغبانی اور کاشت کاری شروع کردے، بغداد میں ہلاکو کو قومی ہیرو قرار دیا جائے تو اس میں معصوم اوآئی سی کیا کر سکتی ہے؟ اس کی قراردادیں منظور ہوچکیں اب کون سر کھپائے اور مفت میں سیاہی و کاغذ کا زیاں کرتا پھرے۔

عزیزو! اوآئی سی کے متعلق ظاہری و باطنی معلومات بہم پہنچانے کے بعد ہمیں اس تنظیم کی رکنیت کا زبردست شوق پیدا ہوا ہے۔ بہت معلوم کیا کہ اس کی رکنیت کا فارم اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پرمٹ کہاں سے حاصل ہوگا لیکن ابھی تک کامیاب نہ ہوسکے۔ جونہی ہمیں معلوم ہوگا اور اہم اس کے ایلچی یا رکن نامزد ہوجائیں گے سیدھے لاس ویگاس، بیروت اور پیرس بذریعہ دبئی کے لئے رختِ سفر باندھیں گے پھر دیکھئے ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وہ تماشا چاہیے

صاحبو! کچھ روز تک صاحبِ فراش رہنے کے بعد ایک صبح ہم گھر سے نکلے کہ ہوا خوری کر لیں، ہوا خوری کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ قویٰ مضبوط اور بصارت تازہ رہتی ہے، بصیرت کے متعلق البتہ کوئی خاص ذکر نہیں کہ ہوا خوری اور بصیرت کا براہِ راست کوئی رشتہ ہے یا نہیں۔ ہوا خوری کے ایک اور فائدے کے متعلق ہمارے کچھ دوست روایت کرتے ہیں کہ اسی کے باعث لذتِ دیدہ و بینا کی اصطلاح اُردو میں مروّج ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہاں تو ہوا خوری کے لئے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں دالان پھلانگتے ہی پھاٹک کے ساتھ جو کُوڑے کا ڈھیر تھا اس پہ ایک عدد گائے عجب مستی و سرمستی میں جُگالی کر رہی ہے، گائے کافی مسرور بھی تھی، اور قدرے مغرور بھی، حالانکہ اسی گائے کو ہم پہلے کئی بار، لاغر، پریشان حال اور میاں شاطر جوہری کے ہاں فکرِ فردا و یادِ ماضی میں غلطاں دیکھ چکے تھے۔ گائے کو پہچاننے کی ہماری ایک خاص حس ہے عزیزو جس کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ صرف ہمیں ودیعت ہوئی ہے۔ اس لئے ہم فوراً پہچان گئے کہ اُنہی کی ہی ہے، حالانکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گائے صرف اللہ میاں کی ہوتی ہے۔ لوگ تو محض ذریعہ ہوتے ہیں۔ ہاں تو گائے جگالی کر رہی تھی اور کچھ لوگ اسے اٹھانے کی کوشش، معلوم پڑا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میونسپلٹی کے لوگ ہیں، انہیں گائے کے انداز و جائے نشست پہ اعتراض ہے، حالانکہ اگر انہیں تاریخ کی، خاص کر گائے کی تاریخ کا ذرا سا بھی علم ہوتا تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتے، کہ گائے جہاں بیٹھتی ہے وہاں بیٹھ رہتی ہے۔ اسے اٹھانا گاؤ وَدی پن اور بے جا زیادتی ہے اور زیادتی اگر بجا ہو تو چلو بات بھی ہے، بے جا کے لئے فی زمانہ کوئی گنجائش نہیں۔ اب تو بھئی 'حیوانی حقوق' کی شقیں بھی تیار ہو چکی ہیں۔ ایسے میں کسی گائے کو اس کی مرضی کے خلاف کسی جگہ سے اٹھانا ہمیں چنداں نہیں بھایا۔ خیال تھا کہ ان میونسپل اہلکاروں کو ایک عدد فصیح تقریر سنائیں جو ہم نے عرصہ دراز سے 'حیوانی حقوق' کے حوالے سے یاد کر رکھی تھی، اور ساتھ میں مرزا نوشہ کا یہ مصرعہ بھی عرض گزاریں کہ بھئی 'بیٹھے ہیں راہگذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں؟'۔ ایک عدد باصلاحیت اُونٹ ہمارے ہمسائے ڈاکٹر دار سنگھ درد کے گھر کی چہار دیواری کے باہر کھڑا مزے سے ان کے دالان میں گردن ڈالے پیڑ سے چپڑ چپڑ امرود کھا رہا تھا، اور ساتھ میں کچھ گنگنا بھی رہا تھا، معلوم نہیں کیا گنگنا رہا تھا ہمیں کچھ خاص سمجھ میں نہ آیا۔ ہم متعدد ظاہری زبانیں جانتے ہیں، لیکن اُونٹ کے بول ان میں سے کسی زبان کے نہ تھے۔ بڑی حیرت ہوئی کہ اُونٹوں نے بھی مادری زبان ترک کر دی ہے۔ اس پہ سوچا کہ مادری زبان کے فوائد کے متعلق اُونٹ کو کچھ سمجھائیں کہ میاں مانا کہ تم عجم میں ہو لیکن تمہاری تاثیر تو عربی ہے اور اس حوالے سے تمہاری شناخت بھی عربی ہے۔ سب دُنیا جانتی ہے کہ اُونٹوں کی مادری زبان عربی ہوتی ہے چاہے وہ کسی بھی ملک میں پائے جائیں۔ لیکن پھر سوچا کہ اس اُونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ اگر سیدھی ہوتی تو یہ ڈاکٹر صاحب کے باغیچے میں یوں دن دہاڑے سیندھ نہ لگاتا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اُونٹ ہونے میں کتنے فائدے ہیں، یعنی صاحبِ خانہ کی پیشانی پہ شکن کے ناخوشگوار تاثر کو دیکھے بغیر آپ اس کے باغ بغیچے سے پھل بھی کھا سکتے ہیں بلکہ نہایت چابکدستی سے کھا سکتے ہیں۔ اُونٹ کو سمجھانا چاہتے تھے لیکن نہ سکے اور کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ نہ کر سکے اور جب خوب سیر ہو کر کفِ افسوس مل چکے تو مزید ہوا خوری کے لئے آگے بڑھے تو کیا دیکھتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں کہ۔ ہر طرف سڑکوں اور گلیوں کے دورویہ چونے کی لکریں کھینچی ہیں اور ہلکی ہلکی فنائل کی باس بھی فضا میں بطور سند ناک ہائے ہر خاص و عام کو موجود ہے۔ حتیٰ کہ کُوڑے کے ڈھیر پہ چُونے کی اچھی خاصی تعداد سے لیپ بھی ہوا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ چلو میونسپلٹی والے آخرِ کار اپنے فرائض سے آگاہ ہوئے اور انہوں نے نیکو کاروں اور فرض شناسوں کی صف میں شامل ہونے کا قصد کر ہی لیا۔ گھر سے نکلے تو پورے شہر کا یہی منظر پایا، سوچا کہ وزیر اعظم آ رہے ہوں گے، کیونکہ ہمارے ہاں وزیر اعظم ہونے تک انسان انتہائی نازک مزاج ہو جاتا ہے لہذا اس کی طبیعت کا پاس ولحاظ تمام محکموں کے لئے لازم ہو جاتا ہے۔ ہاں تو ہر جگہ، ہر گلی، محلے اور نکڑ پہ چونے سفیدی کی ہتات دیکھی اور ساتھ میں ہر جگہ ہُو کا سا عالم بھی۔ ایسا لگا شہر کو سانپ نے سُونگھ لیا ہے یا شہر نے سانپ کو سُونگھ لیا ہے، کیونکہ نتیجہ دونوں میں کہتے ہیں ایک سا ہوتا ہے۔ ہم ریذیڈنٹ صاحب بہادر کے نامِ نامی سے موسوم سڑک پہ متعجب کھڑے تھے کہ دفعتاً حضرت بلبل کوہستانی نمودار اور ہوئے بعد از سلام دعا گویا ہوئے: ''میاں مبارک ہو! وطنِ عزیز سرسٹھ سال کا ہوا''

تب ہمیں معلوم پڑا کہ آج اگست کی پندرہویں ہے، اور اسی روز موئے فرنگی ہمیں تن تنہا چھوڑ کر واپس انگلستان روانہ ہوئے تھے۔ وہ دن اور آج کا دن۔ پھر انہوں نے لوٹ کر کوئی خبر نہ لی کہ میاں کس حال میں ہو، کیا کر رہے ہو، ہماری یاد تو نہیں آتی، ان بد عقیدہ لوگوں نے یہ تک خیال نہ کیا کہ بقول مرزا نوشہ انتظار میں کس کس کی آنکھیں 'روزنِ دیوارِ زنداں ہوئیں'۔ ہمیں فرنگی شروع سے ہی ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ جب ہم بہت چھوٹے سے تھے تو ہم اپنی نصابی کتابوں میں پڑھتے تھے کہ ایک وقت وطنِ عزیز پہ ان فرنگیوں نے دھوکے اور فریب سے قبضہ کر لیا اور بعد ازاں کئی سو سالوں تک یہاں ظلم و جبر کرتے رہے حتیٰ کہ ایک بزرگِ ناتواں اٹھے اور انہوں نے اپنی خستہ لاٹھی سے ہانک ہانک کر انہیں نکال باہر کیا۔ بعد ازاں ہم نے اس کارنامے کی یادگاری سند کے طور پر اُس بزرگِ ناتواں کو شہادت کا رتبہ دیا تا کہ کوئی انہیں تاریخ کی موٹی موٹی کتابوں سے حذف نہ کر سکے۔ سنا ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

موئے فرنگیوں سے قبل وطن عزیز میں ساری خلق خدا ایک گھاٹ پہ پانی پیتی تھی، لیکن ان کے بدقدم پڑتے ہی حقہ پانی سب الگ ہو گئے اور اب تک الگ ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ فرنگیوں کی آمد سے قبل یوں تو شیر اور بکری سمیت تمام مخلوقِ خدا وطن عزمیں یز ایک ہی گھاٹ پہ پانی پیتی تھی لیکن وہ بزرگِ ناتواں جن کی لاٹھی با آواز تھی اور اس سے ہانک ہانک انہوں نے فرنگیوں کو دفع دُور کیا تھا، ان کی ذاتی بکری ہرگز اس ایک ہی گھاٹ پہ پانی نہ پیتی تھی، کہتے ہیں کہ یہ بکری عجب کراماتی بکری تھی، جسے ایک گھاٹ پانی پینے سے چھوت چھات کا خطرہ رہتا تھا۔ اب چونکہ چھوت چھات ایک خطرناک بیماری ہے اور زمانہ قدیم سے وطن عزیز کے طُول وارض میں پھیلی ہوئی ہے لہذا اس کے خاتمے کے لئے فی زمانہ موجود انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے حقوق قطعاً کام نہ آئے۔ بزرگِ ناتواں کی اُس بکری کی دیکھا دیکھی آج بھی ہزاروں بکریاں ایسی ہیں جنہیں اس بیماری کا خوف رہتا ہے، لیکن چونکہ وطنِ عزیز سے انگریز جاتے رہے اور راج پاٹ ہم نے خود سنبھال لیا لہذا ہم اپنی بکریوں پہ کوئی پابندی نہیں لگا سکتے۔ ویسے بھی ہم لوگ سیوا میں اتنے مصروف ہیں کہ بکریوں کی گنتی کون کرے۔

حضرت بلبل کوہستانی چھوٹتے ہی بولے: ''میاں آج 'انجمن جشن آزادی وفروغ وطن' کا جلسہ اور مشاعرہ ہے۔ چلو گے؟''

ہم نے معذرت کی اور عرض گزاری کہ حضور صاحب فراش رہنے کے باعث ہمارے پاس کوئی تازہ کلام نہیں۔ اس پہ کوہستانی نے مسکرا کر ایک آنکھ مارتے ہوئے کہا: ''ہمارے پاس کون سا کلام ہے۔ ہم بھی بس اس ترانے پہ اکتفا کرنے والے ہیں'' یہ کہہ کر انہوں نے جو ترانا شروع کیا تو ہمیں فی الفور یاد آیا کہ ڈاکٹر صاحب کے صحن میں منہ مارنے والا عجمی اُونٹ کیا گنگنا رہا تھا۔ اماں یار یہ تو قومی ترانہ تھا۔

ہم حضرت علامہ کو دعائیں دیتے اور ان کا یہ مصرعہ گنگناتے ہوئے لوٹ آئے کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

'ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے' ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دہلی کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں!

غالباً ان دنوں زیڈ رحمٰن نیّرؔ بیسویں صدی کے مُدیر تھے یا کوئی اور یہ ٹھیک سے یاد نہیں پڑتا۔ بہر حال 'ابن قمر'، ابن صفی مرحوم کے کردار 'ابن ہُد ہُد' کی طرح بے نیل ومرام رہے لیکن موصوف نے بھی ہمت نہ ہاری اور جامع مسجد، اُردو بازار، مٹیا محل، چاندنی چوک، دریا گنج، ترکمان گیٹ، چتلی قبر، اور ایسے ہی دوسرے کئی مقامات سے شائع ہونے والے رسائل وجرائد میں ٹرائی مارتے رہے۔ ان میں کئی ایسے رنگین اور باتصویر اُردو ماہنامے بھی شامل تھے جن کے سرورق دیکھ کر ہی رُوح فنا ہو جاتی تھی، بعضے دوست راوی ہیں کہ ان کی کہانیاں پڑھنے سے انہیں قبل از وقت بلوغت حاصل ہوئی اور بعضے کا خیال ہے کہ وہ انہیں اس حد تک پڑھتے رہے حتیٰ کہ انہیں وقت سے پہلے پیری نے آلیا۔

اس زمانے میں پرانی دہلی اور اس کے نواح سے شائع ہونے والے ایسے رسالوں کا جیسے طوفان سا تھا۔ ایک منبع تھا جہاں سے نت نئے عنوانات سے یہ سیلاب عظیم اُمڈ رہا تھا۔ ان سب میں کچھ اقدار مشترک تھیں۔ جیسے ہر رنگین اور باتصویر رسالے کے عنوان سے پہلے ''بھیانک''، ''جدید'' یا ''مشرق'' ضرور ہوتا تھا۔ بعضے کے ساتھ ''خاتون اور ''آنچل'' بھی دیکھا گیا ہے۔ ان کے سرورق کی تصویر یا عمل بیش وکم ایک جیسا ہوتا تھا۔ یعنی ایک سپید وسیاہ سایا، خنجر، ہاتھ، لہو یا پھر کسی انتہائی خوبصورت دوشیزہ کی تصویر جس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے رخساروں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہوتے اور پس منظر میں دو سائے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دُور افق پار خراماں خراماں چلے جا رہے۔

ان سب رسالوں کے ہر تیسرے یا چوتھے صفحہ پر جامع مسجد، دریا گنج یا پرانی دہلی کے ایسے ہی دوسرے گلی محلوں میں قائم کسی ''شاہی دواخانے'' یا ''بڑے حکیم'' صاحب کا اشتہار ضرور ہوتا تھا۔ رسالے کی پشت پر رنگین تصاویر کے ساتھ ''شادی سے پہلے یا شادی کے بعد''۔ ''مایوس مریضوں کے لئے خوشخبری'' یا ''خفیہ جنسی راز'' ''پرائیویٹ خط'' طرز کا کوئی نہ کوئی اشتہار ضرور ہوتا تھا۔ جس میں مایوس مریضوں کے لئے یہ مُژدۂ جانفزا ہوتا کہ بس اب کوئی بھی مریض مایوس نہ ہو بڑے حکیم صاحب وارد ہو چکے۔ شادی سے پہلے یا شادی کے بعد، کمزوری کو منہ زوری میں بدلنے کے لئے قبلہ بڑے حکیم صاحب سے رابطہ کریں۔ تمام خط و کتابت بصیغہ راز رہے گی کیونکہ مایوس مریضوں کے خطوط بڑے حکیم صاحب خود کھولتے ہیں (باقی کی شرط نہیں) اور جواب دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان رسالوں میں نہاری پائے اور عمدہ مغلائی کھانوں کے اشتہارات بھی بکثرت نظر آتے تھے۔ اس وقت تو یہی لگتا تھا کہ ساری دہلی یا تو عمدہ کھانا کھاتی ہے یا خفیہ جنسی راز جانتی ہے اور پرائیویٹ خط لکھتی ہے۔ حضرت اقبالؔ کا وہ شعر جس میں موصوف نے شعرا کو غلط سلط کہتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے سر پر عورت سوار ہے، ہماری نظر سے اس وقت تک نہیں گزرا تھا۔ پتہ نہیں حضرت علامہ کے دور میں کیا رہا ہوگا لیکن متذکرہ دور اور فی زمانہ تو ایسا ہی لگتا ہے کہ ہم سب کے سروں پر عورت کے ساتھ ساتھ نہاری پائے، پر جوش نعروں کا اضافی بوجھ بھی سوار ہیں۔ جبھی تو ہم قرونِ وسطیٰ کا سودا اکیسویں صدی میں بیچتے ہیں، ریت کے ٹیلوں پہ ناچتے اور خوش رہتے ہیں۔

ایک اور رسالہ جسے ہم بڑے اہتمام سے پڑھتے، بلکہ اس پر سر دھنتے تھے۔ ''شمع''۔ شمع کا فائدہ یہ تھا کہ اس میں 'دل کے خوش رکھنے کا' ہر سامان بکثرت دستیاب تھا۔ یعنی طنز و مزاح، فلمی خبریں، انٹرویو، شعر و ادب، اور اندرونی صفحات میں ایکٹریسوں کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رنگین تصاویر، جو ہمیں تو خیر چھوڑیے، بڑے بڑوں کی 'ضیافتِ دیدہ و بینا' اور لذتِ کام و ہن کا سامان فراہم کرتی تھیں۔ ہمیں تو خیر اس وقت 'خفیہ جنسی راز' معلوم نہ تھا لیکن اس کے باوجود ہم شمع پہ پروانہ وار نثار ہونے کو تیار تھے۔ اس کی وجہ تھے شمع کے آخری صفحات میں شائع ہونے والے معمّے۔ یہ معمّے کیا تھے بس گورکھ دھندا تھا۔ ہر قاری ایک کوپن پہ ایک ہی معمّہ بھیج سکتا تھا۔ اس لئے شمع والوں کی تو خوب چاندی تھی۔ ہمارے ایسے لاکھوں جانثاران جی کھول کر خرید رہے تھے اور راتوں رات کروڑ پتی بننے کے خواب دیکھتے تھے۔ ہمارا سب 'پس انداز سرمایہ' شمع پہ جاتا تھا۔ اور ہم ہر روز ایک سے ایک نیا خواب دیکھتے کہ اگر کروڑ پتی بن گئے (جس کا کامل یقین تھا) تو سب سے پہلا کام کیا کریں گے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ ہمارا عزیز ترین خواب تھا کہ شمع کے معمّوں کے ذریعے کروڑ پتی بننے کی اطلاع ملتے ہی فی الفور پہلی گاڑی پکڑیں گے اور دہلی پہنچتے ہی پہلے تو رقم وصول کریں گے اور پھر وہی رقم مدیر شمع کے میز پہ مارتے ہوئے کہیں گے 'بولیے صاحب! کتنے میں دستبردار ہوتے ہیں شمع سے؟'' لیکن اس کی نوبت کبھی نہیں آئی۔ کیونکہ ہر بار کامل یقین و ایمان کے ساتھ صحیح معمہ روانہ کرنے کے باوجود بار غیر متوقع ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا، حیرت ناک بات یہ تھی کہ شمع کے ادبی معمّے کا حل پریشان کن حد تک غیر متوقع ہوتا تھا۔ بعضے دل جلوں کا خیال ہے کہ اس میں شمع والوں کے حسن انتظام کو بہت دخل ہے لیکن واللہ اعلم بالصواب۔ دشمن تو بھائی ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔ خیر ہماری کنگالی اور خستگی میں شمع کا کلیدی کردار رہا۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم شمع کے ادبی معمّوں پر خرچ ہوئی اپنی رقومات کا حساب کرتے اور یہی رقم پس انداز کر کے آنے والے بُرے دنوں کے لئے رکھ چھوڑتے تو کروڑ پتی نہ سہی لکھ پتی ضرور ہوتے۔ اب سنا ہے کہ معمّوں کا حل پیش کرتے کرتے ،لوگوں کو کروڑ پتی بناتے بناتے ،شمع کا ادارہ خود ایک معمّہ بن چکا، اور شمع کے صاحبان قضا و قدر خستگی میں ہمارے اور دوسرے لاکھوں معمّہ بازوں کی سطح پر آپہنچے ہیں۔ حق مغفرت کرے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

''دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو''

ذکر تھا حضرت ابن قمر کا! ابن قمر اور ایسے ہی دیگر فرضی ناموں سے ہم نے اُن دنوں ان رسالوں کے مدیران کو خوب پریشان کرر کھا تھا۔ کئی رسالے جنہوں نے ابن قمر کو سمجھا اور انہیں چھاپا وہ ہماری دستبرد سے محفوظ رہے، باقیوں کو ہم گاہ بگاہ خوب کھری کھوٹی بلکہ جلی کٹی سناتے رہتے تھے۔ نہ چھاپنے والوں کی مجبوری تو ہمیں بہت بعد میں سمجھ میں آئی۔ کہ یہ سب رسالے تو یک رُکنی انجمنیں ہیں، اور قینچی سے چلتے ہیں۔ یعنی مدیر محترم نے قینچی لی، اور ساتھ میں لیا نام اللہ کا۔ اور لگے دوسرے اخبارات ورسائل کے سینوں پہ چھریاں چلانے اور ایک آدھ گھنٹے میں پورا رسالہ تیار۔ اب آفسیٹ کا چھاپ خانہ جانے اور کاغذ۔ مدیر کا کام ختم۔ ہو چکی اُردو زبان وادب اور صحافت کی ترقی اور باقی رہے نام اللہ کا۔

ظاہر ہے کہ ایسے رسالوں کے مدیر ہی ان کے چپراسی ہوتے ہیں، مدیر ہی جنرل منیجر اور مدیر ہی تقسیم کار۔ حتیٰ کی مدیر محترم کو ہی چائے والے اور جھاڑو والی کا رول ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ایسے مدیران نے حضرتِ ابن قمر اور ان جیسے دوسرے ناموں میں چنداں دلچسپی نہیں دکھائی۔ ہم نے بھی بار بار خط لکھ کر سنگین نتائج کی دھمکیاں اور بعد ازاں خوب خوب بددعائیں دیں۔ ان میں سے بہت سے رسالے ہماری دھمکیوں کے باوصف ہنوز جاری ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ ''رنگین'' ہو چکے اور ان کے مدیران میں سے بہت سے باحیات ہیں اور باقی اپنی طویل عمریں پانے کے بعد خاک میں جا پنہاں ہوئے اور وہ جنہوں نے ہمیں اس دور میں خوب خوب چھاپا اور نت نئے ناموں سے چھاپا، میں بہت سے ہماری دعائے خیر کے باوجود بند ہو چکے یا ان کے مدیران فوت۔ پس یہ ثابت ہوا کہ ہماری بددعا میں وہ تاثیر نہیں جتنی کہ تحریر میں ہے یعنی جس جس نے ہمارے فن کو سمجھا وہ مزید سمجھنے کے لئے زندہ نہ رہا۔ حیف کہ بقول اکبرؔ الہ آبادی 'نیچر' اور بقول حضرتِ میرؔ 'چرخ' کو بھی ان تحریروں سے خوف تھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ایسے رسائل ہنوز کسی نہ کسی صورت، کسی نہ کسی نئے نام سے نہ صرف جاری ہیں بلکہ خوب خوب فروخت ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو سیاسی سودا بیچتے ہیں، کچھ جذباتی نعروں سے قوم کو 'بحرِ ظلمات' میں گھوڑے دوڑانے کے لئے اُکساتے ہیں، کچھ ایسے جو جوش بیچتے ہیں اور ان کے مدیران ایوان ہائے بالا وزیریں میں بیٹھ کر خوب خوب تقاریر کرتے ہیں۔ کچھ نامردی، کمزوری اور سفید داغ کی دوائیں بیچتے ہیں اور ساتھ میں نئی نسل کو جلد از جلد بالغ اور پھر بوڑھا کرنے کی جستجو میں ہیں۔ کچھ صنفِ نازک کے مسائل پہ آنسو بہاتے ہیں اور کچھ زبانِ اُردو کے نوحہ خواں۔ کچھ قلعہ معلیٰ کے قصے خوب چٹخارے لے لے کر ہنوز بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ 'گولی نواب واجد علی شاہ' کھائیے، اِسی میں قوم کے بھلے کا راز پوشیدہ ہے۔ کچھ ایسے ہیں جن کا مشن محض تقسیم ہے، یعنی وہ مسلکی اور نظریاتی خانہ جنگی جس میں ایک دوسرے پر خوب خوب کیچڑ اچھالا جاتا ہے حتیٰ کہ ان کی باشرع داڑھیاں اور محراب دار پیشانیاں بھی اس کیچڑ سے محفوظ نہیں رہتیں۔ لیکن چونکہ یہ قوم وملت کے غمخوار ہیں اور اسی غم میں دن بدن موٹے ہوتے جارہے ہیں اسلئے 'قوم' اپنا سارا دردوغم، اور اپنا سارا بوجھا، خوابِ ہائے عظمتِ رفتہ، اِنہی کے کندھوں پر ڈالے، خود نہاری پائے کھاتی ہے اور بوقتِ ضرورت ان کے سیاسی نعروں کا پر جوش جواب دیتی ہے۔ اگر آج حضرتِ اقبال حیات ہوتے تو کامل یقین ہے کہ ''شکوہ'' کو اپنی کلیات سے منسوخ فرمادیتے کہ نہاری پائے کے اِن عاشقوں کے لئے عزوجل سے شکوہ سنج ہونا بیکار ہے۔ اور حضرتِ حالی اور اکبرؔ الہ آبادی تو غش پہ غش کھاتے کہ انہوں نے اپنی عمرِ عزیز کن لوگوں کو نصیحت کرتے گزاری۔

اُردو کے اِنہی فن پاروں میں سے ایک انتہائی معروف نام ہے۔ نام تو ہم نہیں لیں گے کہ اس میں انہیں تو کچھ نہیں ہمیں بہت خطرہ ہے۔ بس یہ کہ ہفت روزہ ہے اور خوب اہتمام سے چھپتا ہے۔ جن دنوں صدام حسین نظر بند تھے، یہ پرچہ ان کی قیدِ تنہائی کی ڈائری کے صفحات چھاپتا تھا (میاں بُش کی نظروں سے چھپ چُھپا کر صدام تک پہنچنا اور اُن کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ڈائری اُڑا لانا، یہ صرف اُردو کے کسی ہفت روزہ کے ہی دل گُردے کا کام ہے)۔ ان ڈائریوں کے اوراق پڑھ کر یہی اندازہ ہوتا تھا کہ 'بس اب جبر و استبداد کا خاتمہ ہوا اور ابھی مشرقِ وسطیٰ سے ایک پُراسرار غازی اپنے نادیدہ لشکر کے ساتھ چہار دانگ عالم دندناتا پھرے گا، اس ڈائری کے مطالعے سے قوم کو ایک اور ہفتے کی خوراک مہیا کی جاتی تاکہ وہ مزے سے سو جائے۔ تب تک اگلے ہفتے کی خوراک کے لئے شد و مد سے کام شروع کر دیا جاتا۔ اس ہفت روزہ کا کمال یہ ہے کہ اس نے حضرت شاہ نعمت اللہ کی پیش گوئیوں کی گولیوں کا قوم کو ایسا چسکا لگایا کہ اسٹال پر ایک بھی پرچہ نظر نہ آتا تھا حتیٰ کہ بعضے خوش عقیدہ بزرگوں نے ان پیش گویوں کو بطور دوا تعویذ بھی استعمال کیا۔ حضرت شاہ نعمت اللہ تک ہی نہیں بلکہ اس رنگین پرچے نے مسٹر نوسترے دیمس تک کو نہیں بخشا اور ان کی پیش گوئیوں سے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ اب تو حضور سونے پہ سُہاگہ ہے، ہم علی الصبح نہاری پائے کھانے کے بعد دُور اُفق پار نظریں جما کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہمارا نجات دہندہ اب آیا کہ تب۔ حتیٰ کہ دوپہر ہو جاتی ہے۔

اس ہفت روزہ نے ایک بار تو یہ ہنر بھی آزمایا کہ صدام حسین کی پھانسی کے کچھ عرصہ بعد کے ایک شمارے میں سرورق پر ان کی پُرشکوہ تصویر کے ساتھ یہ سُرخی لگائی ''صدام حسین زندہ ہیں'' اور ذیلی سُرخی کے طور پر لکھا ''خصوصی تحقیقاتی رپورٹ صفحہ فلاں پر ملاحظہ فرمائیں''۔ چونکہ ہم خود بھی نہاری پائے کھانے والوں میں سے ہی ہیں اور خوابِ خرگوش دیکھنے میں ہمیں بھی بہت لُطف آتا ہے لہٰذا ہم نے فی الفور سرورق سے مذکورہ صفحہ پر چھلانگ لگائی اور فر فر اخبارِ مذکورہ کی خصوصی رپورٹ پڑھنے لگے جس میں صدام حسین کی ذات و صفحات پر طرح طرح کی خیال آرائیوں کے ساتھ ساتھ ان کے تمام 'اوصافِ حمیدہ و رشیدہ و خمیدہ' و پوشیدہ' کو اسرار کے نمک مرچ کے ساتھ اسطرح پیش کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا فی الفور بغداد کی سڑکوں پر پہنچ جاتا۔ ہمیں بھی اسی دن یہ رپورٹ پڑھ کر معلوم ہوا کہ صدام حسین زندہ ہیں، کیونکہ آخر میں رپورٹر نے لکھا تھا........ ''امریکی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سامراج یہ سوچ رہا ہے کہ وہ اپنے جبر استبداد کے خونی پنجے میں اُمتِ مسلمہ کو دبا کر صدام حسین کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا کر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ اصل میں صدام حسین زندہ ہیں......جی ہاں! صدام حسین کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہیں''۔ یہ رپورٹ پڑھ کر ہم نے فی الفور صدام کی صحت وتندرستی کی دُعا کی اور کروڑوں مسلمانوں کی ناگہانی موت پر اِنّاللہ وانّاالیہ راجعون پڑھا اور لگے سوچنے کہ 'تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے؟

یہ قصہ کچھ اُردو کے اِسی ہفت روزہ تک ہی محدود نہیں بلکہ اِس ٹرنڈ کو کم وبیش ہر اُردو اخبار نے اپنا رکھا ہے۔ یہ اپنے قاری کو نشہ آور گولیاں کھلاتے ہیں، خوابِ خرگوش دکھاتے اور ابابیلوں کی آمد کی نویدیں سناتے، من وسلویٰ دکھاتے اور غفلت کی نیند سُلاتے ہیں۔ یہ نشہ اب ہم پر ایسا طاری ہو چکا کہ اس کی خوراک لئے بغیر ہم خود کو اُدھورا محسوس کرتے ہیں

'خرد کا نام جُنوں پڑ گیا جُنوں کا خرد' ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہم سب جلدی میں ہیں

صاحبو!! نصیحت کا ہمیں شوق ہے اور فضیحت کی للک۔ سو گزشتہ دنوں جب ہمارے ہمسائے سکندر یار زعفرانی، جو خود بھی ہماری طرح بزعمِ خود شاعرِ طرحدار و تابدار و ناہنجار ہیں، روتے بسورتے ہمارے پاس تشریف لائے کہ بھائی ہمارے باون سالہ نونہال نے تاریخ عالم کی اکیسویں جلد دریابُرد کر دی ہے محض اِس ضد میں کہ ہم اُس کی کاؤبوائے طرز کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ خلل انداز نہ ہوں بلکہ اِسے اپنا لیں۔ تو اب بتائیے ہم کیا کریں کہ رُوسی چھاپ خانے سے چھپی یہ کتاب اب کہاں ملنے کی؟''

اس پہ پہلے تو ہم نے کھنکار کر خوب گلا صاف کیا، کچھ دیر مفکرانہ انداز میں سوچا اور پھر سکندر یار زعفرانی کو کاؤبوائے طرزِ زندگی کے فوائد گنواتے ہوئے ایک عدد فصیح تقریر کی اور اِنہیں یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ چونکہ ہم اجتماعی طور پر اپنا طرزِ زندگی متروک کر چکے ہیں، لہٰذا جب اپنا کوئی طرزِ زندگی ہی نہیں تو کسی دوسرے کے طرزِ زندگی کو اپنانے میں کیا حرج ہے۔ کاؤبوائے بنو یا گاؤبوائے یا کچھ اور جس میں جہاں بھی فائدہ نظر آوے، فائدہ ہی ہے بلکہ الفائدہ ہے۔ ویسے بھی کاؤبوائے طرز اپنانے میں بہتیرے فائدے ہیں۔ ایک تو آپ کی وضع قطع سے آپ کی عمر کی چغلی نہیں ہوگی، دوسرے آپ بات بے بات دوسروں سے ہاتھ ملا کر نہ صرف ہلا سکیں گے بلکہ دبا بھی سکیں گے (مونث اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مذکر کا اس میں کچھ استثنا نہیں لیکن احتیاط ضروری ہے)۔ہم نے انہیں مزید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا(کہ ہماری عادت ہے،ہم ہمیشہ فرماتے ہیں اور حضرتِ میرؔ کی طرح سوچتے ہیں کہ مستند ہے فرمایا ہوا) کہ ’’بھائی! ویسے بھی تم تاریخ وا ریخ کے چکروں میں مت پڑا کرو۔بس یہ یاد رکھا کرو کہ آج کون سی تاریخ ہے،اور تنخواہ کس تاریخ کو ملنے کی،اسی میں ملک وقوم کا اور تمہارا فائدہ ہے۔دوم یہ کہ اگر تاریخ ہی پڑھنی ہے تو بھائی رُوسی چھاپ خانے کی تاریخ میں کیا رکھا ہے،امریکی چھاپ خانے کی تاریخ پڑھا کرو،بلکہ کوئی نہ کوئی جلد ہاتھ میں رکھ کر روزانہ اپنے محلے کا ایک آدھ چکر ضرور کاٹ لیا کرو۔اس سے دوسروں پر رعب بھی پڑے گا اور تاریخ نویسی کا شوق بھی پورا ہوگا۔بلکہ سونے پہ سہاگہ یہ ہوا گر اس کے پہلے صفحہ پر ہم سے جارج واشنگٹن کا آٹو گراف بھی لے لو۔ہمیں دوسروں کے دستخط اُڑا لینے کا وسیع تجربہ ہے۔تم اِس سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کتاب کی تاریخی اہمیت کو جارج واشنگٹن کے آٹو گراف کے ذریعے چار چاند لگاؤ۔ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ احتیاطاً ہم اپنی اہلیہ کے علاوہ یہ راز کسی کے آگے نہ اُگلیں گے‘‘۔

ایسا لگا کہ زعفرانی ہماری باتوں سے قائل ہو گئے جبھی تو رُوسی چھاپ خانے سے چھپی تاریخ عالم کی اکیسیوں جلد کی دریا بردگی کا غم جاتا رہا اور ذرا ہلکے ہوئے تو چھوٹتے ہی بولے: یار امریکہ کا جو ذکر کیا تُو نے، آج کل جدھر جاؤں اسامہ، اوبامہ، اور امریکہ آسیب کی طرح سوار ہیں، اخبار پڑھتا ہوں تو بس یہی معلوم پڑتا ہے کہ دُنیا بھر کے مسائل حل ہو چکے، کالم نگار، اخبار نویس، چور، اُچکے، بدمعاش، سیاست دان، سب طرف بس یہی ذکر ہے۔حتیٰ کہ ٹیلی ویژن دیکھنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو اچانک لکس صابن اور لکس ازار بند کے دلکش اشتہار کے بیچوں بیچ ایک باریش صاحب اُنگلی اٹھائے یوں نظر آتے ہیں جیسے ساری دنیا کو بڑی اُنگلی پہ نچوار ہے ہوں۔یا یہ کہہ رہے ہوں کہ میاں یہاں یہ دلکش نظارے دیکھو گے تو جنت میں نہیں ملیں گے۔یا تو یہاں دیکھو یا جنت میں۔فیصلہ کرلو......اور وہ دوسرے صاحب کیا نام ہے ان کا اوبامہ، جن کے کان دھوبی کے گدھے ایسے، آنکھیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اودھ بلاؤ اور چہرا سوکھے انار ایسا۔ وہ بھی بیچ بیچ میں آتے ہیں اور خوب دھمکاتے ہیں...... چکر کیا ہے بھئی؟''

چکر سمجھانے میں ہمیں دانتوں پسینہ آیا اور ہم نے احتیاط سے گھر کی کھڑکیاں دروازے خوب ٹھوک بجا کر بند کئے اور احتیاطاً چھت پر چڑھ کر آسمان بھی دیکھ لیا کہ کوئی طیارہ ہماری چھت پہ منڈلا تو نہیں رہا، ویسے اس سے یہ عندیہ نہ جائے کہ ہم کسی سے ڈرتے ہیں، بالکل نہیں! ہم تو بھئی جان ہتھیلی پر لیے چلتے ہیں بس اسی کا لحاظ ہے، ورنہ موت سے کون ڈرتا ہے۔ ہاں تو جب ہر طرف سے اطمینان کر چکے تو آخری اطمینان کے طور پر دیواروں کے ساتھ کان لگائے کہ سُن تو نہیں رہیں۔ جب مکمل اطمینان ہوا تو ہم نے زعفرانی کو یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ میاں یہ تاریخ کا چکر بڑا خراب ہوتا ہے۔ اس میں پڑنے کے بجائے فلاں فلاں چینل لگاؤ جہاں باوجود اس کے کہ دُنیا کے تمام مسائل کا حل ہو چکا لکس اشتہار کے بیچوں بیچ کوئی باریش دخل انداز نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ہم نے انہیں تین چار ٹیلی ویژن چینلز کے نام بتائے۔۔ اس کے بعد ہم نے زعفرانی کو یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ ہم اس سلسلے، اسامہ کے، میں زیادہ یادہ معلومات نہیں رکھتے اور انہیں بہانے سے چلتا کیا کہ اس میں چائے پانی کی بچت کی مصلحت بھی تھی۔ موصوف چائے کے معاملے میں بدنام زمانہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک مداری ایک چائے کا کپ دکھا کر ہفتوں انہیں شہر بھر میں نچاتا پھرا تھا بعد میں جب اس کا بندر صحت یاب ہوا تو اس نے زعفرانی کو چلتا کیا۔ تب تک گھر میں چہلم، بلکہ ششم، پنجم، ہشتم، پشتم اور چالیسواں تک ہو چکا تھا۔ اور خانگی تقسیم پر تین جھگڑے بھی۔ پتہ نہیں کیوں ہر کوئی آجکل جلدی میں ہے۔ بہر کیف ہم نے انہیں امریکی چھاپ خانے کی تاریخ پڑھنے کی ہدایت کرتے ہوئے ٹرخایا اور خود، ہم خود، لگے سوچنے کہ آخر سچ مچ ہمیں کون سی تاریخ پڑھنی چاہیے اور یہ باریش صاحب بقول سکندر یار لکس صابن کے اشتہار کے عین درمیان وارد ہو کر آرام میں خلل انداز ہوتے ہیں آخر ہیں کون؟۔ ہمیں معلوم پڑا کہ یہ صاحب اسامہ بن لادن نام رکھتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں، دنیا کے انتہائی مطلوب شخص ہیں (انتہائی پر ذرا زور دیجئے گا) اب یہ کس کو مطلوب ہیں اس بارے مزید تحقیق کی جائے گی کیونکہ اس سے قبل تو ہمیں حضرتِ اقبالؔ نے محض یہی بتایا تھا کہ ''شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن / نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی''۔ اس میں بھی اسامہ نام کے کسی شخص کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ اور بہتیرے نام، مطلوب (حسین شاہ) مقصود (احمد شیخ) مومن (مومن خان) اور کشور (کشور کمار)، بعضے لوگ اِسے کِشور پڑھتے ہیں لیکن یہ ان کی اپنی جہالت ہے۔ ہاں البتہ ''کشائی'' کون ہیں؟ یہ واضح نہیں ہو سکا۔ ہو سکتا ہے کشور کی بہن یا بھابی ہوں۔ اس معاملے پر پروفیسر یوسف سلیم چشتی بھی روشنی نہیں ڈال سکے۔ (بعضے دل جلوں کا خیال ہے کہ وہ کہاں سے روشنی ڈالتے بھائی وہ تو خود سفید موتیے کے مرض میں مبتلا تھے)

بعد از تلاشِ بسیار ہمیں معلوم ہوا کہ تاریخ میں اوّلاً اسامہ تو وہ تھے جن کے گھوڑے کی باگ جنابِ ابوبکرؓ نے تھامی تھی اور انہیں روانہ کرنے سے قبل فرمایا تھا کہ بچوں اور بوڑھوں کو ضرر نہ پہنچائیو، کھیتوں کو بنجر مت کیجیو اور صلح کل رکھیو۔

دوسرے اسامہ نام کے ایک اور صاحب بیسیویں اور اکیسیوں صدی میں ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی عرب ملک میں پیدا ہوئے تھے اور بعد از اں تلاش معرفت میں امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں خوب خوب گھوڑے دوڑاتے رہے، پھر کچھ عرصہ رُوسی چھاپ خانوں میں چھپی تاریخ کی موٹی موٹی کتابوں کی درستی کا کام انجام دیتے رہے اور بعد میں جب یہ کام ہو چکا تو دو افغانی شہزادوں تورا اور بورا کے ساتھ ان کی گاڑھی چھننے لگی۔ اس کے بعد سے مفقود الخبر ہوئے تو اب جا کر برآمد ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ ہمیں تاریخ میں کسی قابل ذکر اسامہ کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ تاریخ کی چہل قدمی کرتے ہوئے ہمیں انقلاب کا نام بار بار سننے میں آتا رہا۔ جیسے انقلابِ فرانس، انقلابِ انگلستان، انقلابِ روس، انقلابِ چین وغیرہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

صاحبو! بلکہ بادشاہو! تاریخ کی چہل قدمی کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انقلاب بڑی اچھی چیز ہے۔ فیض احمد فیضؔ کے ہاں یہ بکثرت پایا جاتا ہے کچھ عرصہ مخدوم محی الدین اور معین احسن جذبیؔ بھی انقلاب کھاتے اور انقلابی دنت منجن استعمال کرتے رہے۔ اور بھی بہت سے پہلوان ہو گزرے ہیں جنہوں نے انقلاب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا بلکہ ایک صاحب نے تو اس کا لنگوٹ بھی بنا رکھا تھا اور خود اس ترکیب سے اپنا نام ساگر انقلابی لنگوٹی رکھ چھوڑا تھا۔ انقلاب بڑی اچھی چیز ہے، جاںنثار اخترؔ بھی انقلاب کے بڑے رسیا تھے، بلکہ انہوں نے تو یہ تک کہہ دیا تھا کہ میاں انقلابوں کا کوئی وقت تاریخ یا دن، میں آپ کو نہیں دے سکتا۔ بس یہ سمجھیے کہ جب بھی کسی سیلاب کا پانی سر سے گزر جائے تو انقلاب آتا ہے۔ جب سے ہم نے ان کا یہ قول بصورتِ شعر پڑھ رکھا ہے تب سے ہم روز بارش کا انتظار کرتے ہیں اور اگر کبھی ہو جائے تو سیلاب کی دعا کرنے لگتے ہیں۔ ہم نے اس حوالے سے محکمہ موسمیات سے بھی رابطہ کر رکھا ہے لیکن ان کا بھی کہنا ہے کہ فی الحال سیلاب کے کوئی آثار نہیں۔ جونہی اس حوالے سے کوئی پیش رفت ہوتی ہے، ہم آپ کو آگاہ کریں گے بشرطیکہ ٹیلی فون لائنیں صحیح کام کرتی رہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے سنا ہے ہمارے ہمسایہ ملک پاکستان میں خوب خوب سیلاب آیا تھا۔ ہم بہت خوش ہوئے کہ بس اب شاید اِدھر بھی سیلاب آئے اور اس کے بعد انقلاب لیکن ہمیں سخت مایوسی ہوئی۔

ایک اور انقلاب ہوا ہے، انقلابِ فرانس۔ اس کا ذکر تاریخ میں خوب خوب آتا ہے، اور انقلابِ فرانس کے حوالے سے ایک معروف مغربی مفکر سے جب پوچھا گیا کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے تو موصوف نے فرمایا کہ اس حوالے سے کوئی رائے قائم کرنا قبل از وقت ہوگا۔ ان کے اس جواب کے وقت انقلابِ فرانس کو بیتے ہوئے دو سو سے زائد سال بیت چکے تھے۔ اس مثال کو پیش کرنے کا واحد اور واحد مقصد یہ ہے کہ آپ ہمیں بھی مفکر تسلیم کریں، ویسے آپ نہ بھی کریں تو کوئی خاص فرق پڑنے کا نہیں کہ اہم بات یہ ہے کہ ہم خود کو مفکر سمجھتے ہیں کہ مفکر ہی مفکر کو پہچانتا ہے۔ اور ہمارا یہ قول کہ اس حالیہ واردات

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اوراس باریش شخص، جوعین لکس صابن کے اشتہار میں آوارد ہوتا ہے، کی کہانی کے نتائج اور اثرات سمجھنے کے لئے کم ازکم دوسوسال توانتظار کریں۔ کہ تاریخ میاں چارلی چپلن کی کوئی فلم نہیں کہ جھٹ پٹ شروع ہوئی اور ختم۔

اگرآپ نے ہمیں مفکر سمجھ لیا ہو، جس کے واضح شواہد ہم نے آپ کو مہیا کر دیئے ہیں تو ہم یہاں یہ بھی فرمائیں گے کہ فی زمانہ ہم سب زبردست جلدی میں ہیں۔ تورابورا کے شہزادوں سے لیکر سفید گنبد کے کالے عفریت تک سب۔ ہم جلدی جلدی اس حوالے سے کہانی گڑھ کر اسے تاریخ کی تاریکیوں میں دفن کر کے آگے بڑھنا چاہتے ہیں لیکن خاطر جمع رکھیے کہ حضرت سکندر یار زعفرانی کی تاریخ کی اکیسیوں جلد ٹائیٹینک جہاز کی طرح ایک روز سمندر کی تھاہ سے برآمد ہوگی اوران کے باون سالہ کاؤبوائے کے سامنے کھڑی ہوکر کہے گی ''بادشاہو! تم جلدی میں تھے، لیکن مجھے ہزاروں سال سے کوئی جلدی نہیں'۔ ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

▪ آئینہ خانے میں

پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا

یعنی صبح ہوئی اور ہم حسبِ سابق کان پر قلم رکھ کر نکلے کہ کوئی خط لکھوائے تو ہم سے لکھوائے۔ ایک بغل میں چھتری اور دوسری میں ڈاکٹری رپورٹوں اور نسخوں کی وہ فائل جس میں ہمارے امراضِ ظاہریہ کا کل ریکارڈ موجود ہے۔ امراض باطنیہ کے علاج کے لئے چونکہ مرزا نوشہ پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ طبیعت ادھر نہیں آتی، لہٰذا اس کا ذکر ہم کسی اور موقعہ کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ ہم مرزا نوشہ کے کہے بلکہ فرمائے ہوئے کو بہت مستند تصور کرتے ہیں، اس لئے ان کے کہے سے ایک اِنچ اُدھر ہوتے ہیں نہ اِدھر۔ حضرت علامہ کی بات البتہ الگ ہے۔ ان کے کہے سنے کو ہم نے قوالوں کے سپرد کر رکھا ہے جنہیں کلام اقبالؔ کا حال آتا ہے۔ کلامِ اقبالؔ بانگتے بانگتے انہیں غش آلیتا ہے حتیٰ کہ اسٹیج پر صفائی والوں کو بلانا پڑتا ہے جو نہایت نفاست سے ان کی، قوالوں کی، پیپ اور پان صاف کرتے ہیں۔ بعد ازاں سب خوشی خوشی تالیاں پیٹتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرتِ علامہ کی روح بھی اس سے ضرور تسکین حاصل کرتی ہوگی تاہم ہمارے بعضے بد عقیدہ دوستوں، جنہیں مخبریوں پر یدِ طولیٰ حاصل ہے، کا کہنا ہے کہ علامہ جنتِ مکانی ان سے سخت ناخوش ہیں اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عالمِ ارواح میں انہیں عالمِ اضطراب ہے۔ حقیقت واللہ اعلم بالصواب۔

ہم ایک بغل میں فائل نسخہ ہائے دوا اور دوسری میں چھتری لئے خراماں خراماں رواں تھے۔ ارادہ تھا کہ چونکہ رمضان کریم کا پہلا روز ہے لہذا احتیاط برتیں گے، نظر نیچی رکھیں گے، تلخ کلامی سے گریز کریں گے اور غیبت، چوری، عشق و عاشقی وحقہ نوشی جیسی منجملہ بدعات کو سردست متروک رکھیں گے۔ چھتری اس لئے کہ برسات ہے اور کہیں بھی برس سکتی ہے، سو ہم کہیں بھی اسے، چھتری کو، تان سکتے ہیں۔ ریکارڈ اور فائل اس لئے کہ رمضان کریم ہے اور ایسے میں جملہ مومنین کا جوش وخروش دیدنی ہوتا ہے لہذا اس طرح کے اقدامات حفظِ ماتقدم کے طور پر ضروری ہیں۔ گو کہ اس لفظ ''حفظِ ماتقدم'' سے ہمیں شروع سے ہی چڑ ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی لفظ ہوا۔ پہلے 'حفظ' پھر 'ما' بعدازاں 'تقدم'۔ یہ تو تین لفظ ہوئے۔ پتہ نہیں یہ لفظ بنانے والے ہم سے کب رابطہ کریں گے۔ ہم سے بروقت رابطہ کیا گیا ہوتا تو کبھی اس قدر فصیح معنی کے لئے یہ لفظ استعمال نہ کرنے دیتے۔ بھلا کوئی تُک بھی ہے بھئی! اس میں ایک 'ما' کے اضافے سے ہمارے ماموجان کا نام بن پڑتا ہے جو اتفاق سے ہمیں بے حد عزیز ہیں۔ یہی سوچ کر ہم چپ رہتے ہیں۔ خیر گھر سے نکلنے سے قبل پتلون کی جیب میں احتیاطاً سردردی، نزلہ اور تپش کی گولیاں اور معجون مقوی معدہ بھی رکھ لیں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ محض نسخوں کی جھوٹی شان دکھاتا ہے۔ پس اے عزیزو! ادھر ہم گھر سے نکلے۔ کچھ ہی قدم چلے ہوں گے کہ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ یعنی گدھا جو شاید ہماری دہلیز پار کرنے کی تاک میں تھا، گھوم کر ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ہم ذرا جزبز ہوئے کہ ہمارے پیرو مرشد نے ہمیں سخت ہدایت کر رکھی ہے کہ گھر سے نکلتے ہوئے کوئی گدھا سامنے نہ آئے ورنہ بنا بنایا کام بگڑنے کا خدشہ ہے۔ لہذا ہم نے کترا کر نکلنا چاہا لیکن گدھا لپک کر پھر سامنے آیا اور حسبِ سابق نہایت عمدہ انداز میں کورنش بجالاتے ہوئے گویا ہوا:

''آداب عرض کرتا ہوں حضور! آپ کو یاد ہی ہوگا ناچیز کو خرخر شریفی کہتے ہیں۔ ابھی چند روز قبل ملاقات ہوئی تھی۔ آج صبح صبح کہاں؟ خدانخواستہ خیریت تو ہے نا؟''

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہم نے دانستہ لہجے کو ذرا درشت بناتے ہوئے کہا:

''تم ہمیں اپنی فصاحت کے جوہر دکھا کر کیا باور کروانا چاہتے ہو؟ ہمارے پاس وقت کی شدید قلت ہے، ورنہ ہم تمہیں ضرور بتاتے کہ نام خرخر شریفی رکھنے اور خود کو شاہِ خرستان کہلانے سے کوئی گدھا انسان نہیں ہوسکتا''

''ہنچو ہنچو ہنچا ہاہا'' گدھا حسبِ عادت طویل انداز میں قہقہایا اور پھر شرارت آمیز نظروں سے ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولا:

''حضور خرِ ناچیز جان کی امان پائے تو عرض کرے کہ رمضان کریم میں تو زبان شائستہ اور لہجہ ملائم رکھیے۔ کم از کم فرشتوں کو تو آپ کی ٹوہ لینے میں کوئی پریشانی نہ ہو''

ہماری صفت ہے کہ ہمیں ہمیشہ دوسروں کے چھوڑے ہوئے طنز بروقت سمجھ میں نہیں آتے لہذا گدھے کی اس بات کو تنہائی میں غور وفکر کے لئے چھوڑتے ہوئے ہم نے جان چھڑانے کا یہی طریقہ مناسب سمجھا کہ اسے محبت سے رام کریں اور اپنی راہ لیں حالانکہ ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ محبت سے اب رام بھی رام نہیں ہوتے لیکن پھر بھی کوشش کے طور پر ہم نے ذرا الجاجت سے عرض کیا:

''قبلہ محترم ومکرم گدھے! تم ہماری راہ روک کر ہمارے فرائض منصبی میں رکاوٹ کا موجب بن رہے ہو''

گدھا چند لمحے ہمیں یوں دیکھتا رہا جیسے ہم نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو پھر بولا:

''جنابِ والا! اوّل تو میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں کہ محض گدھا نہیں ہوں۔ خرخر شریفی کہلاتا ہوں۔ نسلاً گدھا ضرور ہوں الحمدللہ یہ اطمینان ہے کہ انسان نہیں ہوں۔ دوم یہ کہ کسی کو حقارت سے گدھا کہنا آپ انسانوں کا شیوہ ہے لیکن اگر آپ فطرت کے اس عظیم شاہکار کا مضحکہ اڑانا ترک نہیں کریں گے تو مجبوراً مجھے شاہِ خرستان کی حیثیت سے مجوزہ ریاست کے آئین میں انسانوں کی تحقیر پہ عائد بندش کی شِق کو حذف کروانا پڑے گا''

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اب کے ہنسنے اور سر پیٹنے کی باری ہماری تھی۔ سوائے عزیزو! ہم نے اس قدر پرزور اور بلند قہقہے بلند کیے کہ بعدازاں ہمارا گلا رُندھ گیا۔ اس دوران یہ جیّد گدھا خاموشی سے ہمیں دیکھتا رہا۔

''اماں یار! یہ ریاست خرستان ہے کہاں؟ گدھوں کی ریاست۔ دنیا میں وہ کون سی جگہ ہوگی جہاں گدھے ہی گدھے ہوں گے۔ گدھوں کا ملک۔ واہ واہ!! کیا بات ہے۔ لیکن کیا اقوامِ متحدہ تمہیں تسلیم کرے گی؟ دنیا کے نقشے پر کہیں بھی کسی ملک کی اب کوئی گنجائش نہیں۔ تمہارا خرستان نہیں بن سکتا۔ گدھوں سے کہو چپ چاپ انسانوں کے آگے سر خم کریں۔ یہی ان کا فرضِ منصبی ہے اور یہی مقدر''

گدھا قدرے تلخی سے گویا ہوا:

''حضور والا! دنیا کے نقشے میں ابھی بہت سی تبدیلیاں ہونا باقی ہیں۔ بہت سے نئے ممالک وجود میں آنے ہیں۔ آپ تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن خلیج عرب کے عین وسط میں آپکے چاہنے نہ جانے کے باوجود ایک عدد ملک وجود میں لایا گیا۔ اسی طرح دنیا بھر سے چن چن کر ذہین وفطین گدھوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور بعدازاں آزاد خرستان کی بنیاد ڈالی جائے گی، رآپ حسبِ سابق دیکھتے ہی رہیں گے۔ جہاں تک اقوامِ متحدہ کی بات ہے تو وہاں پہلے ہی ہمارے کئی طرح کے گدھے موجود ہیں جو بظاہر تو دوسرے ممالک کے لئے کام کرتے ہیں لیکن بباطن خرشلسٹ ہیں۔ دوم یہ کہ اقوامِ متحدہ ہمیں تسلیم کرے یا نہ کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں بھی اس ہجومِ جہلا سے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ ہمارا تو یقین ہے بقول علامہ ''تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن''

''تم نے حضرت اقبالؔ کو بھی پڑھا ہے؟'' ہم گدھے کے شعری ذوق پر متعجب تھے اس لئے پوچھا۔

''ہاہا ہنچو ہنچو'' گدھا پھر ہنسا: ''حیران ہوئے نا! حالانکہ تم نے حضرت علامہ کو عالمی سطح پر 'قومیانے' میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ تمہارے علماومشائخ نے بھی بڑی کوشش کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اقبال کو پیٹنٹ کرلیا جائے حتیٰ کہ مولویوں نے فتاویٰ کے ساتھ ساتھ بغل میں ''ضربِ کلیم'' اور ''ارمغانِ حجاز'' بھی رکھنا شروع کردی۔ بچی کھچی کسر قوالوں نے پوری کی۔ یہ تو کلامِ اقبال کا اعجاز ہے کہ وہ سر چڑھ کر بولتا ہے''

اس جیّد گدھے سے بحث بیکار سمجھ کر ہم اپنی راہ لینے کا ارادہ کررہے تھے کہ اس نے، گدھے نے، شرارت آمیز نظروں سے ہمیں دیکھتے ہوئے پوچھا: ''قبلہ! روزے سے ہیں؟''

''ہاں!'' ہم نے ذرا نظریں جھکا لیں۔

''بغل میں نسخے اور منہ میں جھوٹ'' گدھا قہقہایا پھر بولا: ''یا حضرت! اب عید کا کیا پروگرام ہے۔ سفید بے داغ سوٹ پہن کر عید گاہ بھی جائیں گے اور بچوں کو عیدی اور غربا کو ریز گاری بھی دیں گے۔ آپ بنی آدم کی بھی عجیب ٹنک ہے۔ کیا کیا لوازمات خدائے ذوالجلال نے آپ کی فطرت میں یکجا کردیئے ہیں کہ کوئی میرے ایسا خرِ حقیر سمجھنا بھی چاہے تو سر پیٹ لے۔ صحیح فرما گئے ہیں قبلہ فرائڈ کہ انسان کو اس کی اصل سمیت محض غسل خانے میں ہی دیکھا جاسکتا ہے''

اس سے پہلے کہ حضرت خرخر فرائڈ کے نفسیاتی معموں کی گتھیاں سلجھاتے اور اپنی فصاحت کے جوہر دکھاتے ہمیں الٹے قدموں بھاگے بنا کچھ نہ سوجھا۔؛ ہم بھاگتے رہے اور عقب سے گدھے کے قہقہوں کا شور سنتے رہے۔

''روزہ......... روزہ۔ روزہ داری'' ہنچو ہنچو ہنچو ہاہاہاہا

ایں سعادت بزور بازو نیست

گدھے کی فارسیات پر غور کئے بغیر ہم الٹے قدموں بھاگتے جاتے تھے اور مرزا نوشہ کا یہ مصرعہ پڑھتے جاتے تھے ''آئینہ خانے میں کوئی لئے جاتا ہے مجھے''

بھاگتے بھاگتے جب تھک گئے تو دیکھا کہ گھر کے دروازے پر تھے اور قدم بھی الٹے نہ تھے سیدھے ہی تھے ہاں جی!! ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

کافی دنوں سے ہم سوچ رہے ہیں کہ ہمیں کچھ کام دھندا کرنا چاہیے۔ کب تک یونہی بیکار بیٹھے شاعروں اور اپنے دشمنوں کی ہجویات کہتے رہیں گے پس ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہمیں کاروبارِ حیات میں ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں تاکہ بڑے ہو کر کچھ بن سکیں سو ہم نے اپنے یارِ ناہنجار اسکندر یار زعفرآنی کو مشورہ کے لئے بلا بھیجا۔ زعفرانی جو ویسے بھی چائے قہوے کی تاک میں رہتے ہیں۔ عین کڑکتی دوپہر میں چھتری لٹکائے، ہاتھ میں کل کا اخبار لئے آوارد ہوئے اور چھماک سے ہمارے پرانے صوفے پر آ دراز ہوئے۔ وہ صوفہ کہ جسے ہم محض اپنے اجداد کی میراث کے طور پر گلے لگائے ہوئے ہیں، ورنہ سب جانتے ہیں ہمارے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے، چاہیں تو ایک سے بڑھ کر ایک صوفہ لا سکتے ہیں۔ تاہم تصنع سے بچتے ہیں۔ اور اپنی وراثت اور خاندانی عظمت کا پاس ولحاظ ہے۔

ہم زعفرآنی کے اس اندازِ نشست پہ اور دست درازی صوفہ پر چراغ پا ہونے کا ارادہ کر رہے تھے تاہم ملتوی کیا اور لگے انہیں، زعفرآنی کو، بغور دیکھنے۔ موصوف لمبے قد کے دبلے پتلے واقع ہوئے ہیں۔ گال پچک گئے ہیں لیکن گیسو دراز ہیں جنہیں روز سیاہی اور تیل خالص سے چمکاتے ہیں۔ چشمہ منفی دو نمبر کا لگاتے ہیں۔ کان میں تکلیف کی شکایت بھی عموماً کرتے رہتے ہیں لیکن زعفرانی کی کھنک اور خوشبودار تیل کی مہک سے یکلخت کان ان

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے یار زعفرانی کو بڑی عمدہ حسیات سے نوازا ہے جنہیں دیکھ کر گاہے رشک اور گاہے اشک آتا ہے۔ تقریر کا بے پناہ شوق اور تحریر کی للک ہے۔ تقریر کے شوق کے مارے حکومت، حزبِ اختلاف، مذہب، مسلک کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ کہیں بھی ان سے تقریر کروالیجئے فی البدیہہ تعریف کریں گے اور خندہ پیشانی سے کریں گے۔ موصوف اس قدر جری واقع ہوئے ہیں کہ خود کو جیّد عالم، ماہر علوم ظاہریہ و باطنیہ اور فلسفہ و حکمت کا کُل تصور کرتے ہیں۔ اخبارات کے نام بیانات جاری کرتے ہوئے اپنے ساتھ القاب وآداب اور نامور مفکر کا لاحقہ لگانے میں انہیں خاص لطف آتا ہے۔ سیاسی محفلوں میں ان کی خاصی ڈیمانڈ رہتی ہے اور سیاست دان انہیں گھنٹوں اپنے پاس بٹھائے تعریفیں سنتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں زعفرانیؔ ایک ماتم پرسی پر گئے۔ وہاں ایسی فی البدیہہ تقریر فرمائی کہ بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ گئے اور کئیوں کی گھگی بندھ گئی۔ ایک ذرا چائے پانی کے بہت رسیا ہیں تو اس میں کوئی خاص برائی بھی نہیں۔ فی زمانہ ہر کوئی کسی نہ کسی کا رسیا ضرور ہوتا ہے۔ عمومی طور اقبالیات، فیضیات اور دینیات میں خود کو لاثانی سمجھتے ہیں۔ حضرت اقبالؔ کے مخصوص اشعار اور الفاظ مثلاً تقدیر کا قاضی، مکافاتِ عمل، دشت و دریا کے گھوڑے، غازی اور پُراسرار بندے، عرب و عجم، وغیرہ کی ادائیگی اور استعمال میں انہیں ایک خاص مہارت حاصل ہے۔ غالبؔ کے ڈھول ڈھپے والے اشعار البتہ محض گنگنانے کی حد تک پسند کرتے ہیں۔ ان کے، زعفرانی کے، کچھ عزیز دوستوں کا خیال ہے کہ موصوف مولائے فن ہر خاص و عام ہیں لیکن ہمیں اس میں تامل ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہمارے بعد خلا ہی خلا ہے اور اس خلا کو پُر کون کرے گا اس کی ہمیں فکر کھائے جا رہی ہے، اسی فکر میں کھائے جاتے ہیں اور خوب موٹے ہوئے جا رہے ہیں۔

زعفرانی کے متعلق جب سے ہمیں معلوم ہوا کہ پروفیسری سے سبکدوش ہو چکے ہیں، تب سے ہمارے دل میں ان کی عظمت کے بت نے ابوالہول کی شکل اور سائز اختیار کر لیا۔ ہمیں شروع ہی سے ملازمت سے باعزت سبکدوشی کا بڑا شوق رہا ہے۔ لیکن حیف کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمارے مقدر میں شاید ایسا نہیں لکھا گیا۔ ہمیں اپنے محبوب شاعر عرفان صدیقی مرحوم کا ایک مصرعہ کھٹکتا ہے

لوحِ تقدیر بجا چہرۂ اخبار پہ خاک

بات کہاں کی تھی کہاں جا نکلی۔ زعفرانی آئے اور بیٹھتے ہی بولے:

''بولو میاں! آج کل انتہائی عدیم الفرصت ہوں''

ہم نے ذرا تیکھی نظروں سے انہیں دیکھا اور ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کی غرض سے عرض کیا:

''حضور! بس ایک پیالہ چائے اور ذرا سے بسکٹ۔ اب ایسی بھی کیا بے رخی، ابھی آئے ہو اور ابھی جانے کا کہتے ہو''

زعفرانی یہ سن کر مزید آرام سے صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے بولے:

''میاں! بس تمہارا یہی خلوص ہے جو ہمیں تم تک کھینچ لاتا ہے، ورنہ آج کل تو اتنی فرصت نہیں کہ تقریر تک کرسکوں''

''اس مصروفیت کی وجہ قبلہ سیدی مرشدی ومولائی''، ہم نے دریافت کیا

''اماں یار! تمہیں معلوم ہی تو ہے، ہم آج کل اپنی سوانح لکھ رہے ہیں اور سوچا ہے کہ رمضان المبارک سے قبل اسے مکمل کرلیں۔ عید کے روز اجرا کا ارادہ ہے''

اللہ اللہ! تو یار زعفرانی اپنی سوانح بھی لکھ رہے ہیں۔ ہمیں فی الفور اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا لگے سوچنے کہ ہم نے آج تک اپنی سوانح لکھنے کا ارادہ کیوں نہیں کیا؟ بڑی غلطی سرزد ہوئی ہم سے۔ ہمیں فی الفور اپنی سوانح لکھنے کا آغاز کردینا چاہیے۔ سوانح کے کئی فائدے ہیں۔ اس سے انسان اپنی تمام خوبیاں بلاکم وکاست خود بیان کرسکتا ہے ورنہ دوسروں کا کیا بھروسہ۔ اب یہی مثال لیجئے۔ ہمارے ایک دوست ہیں، وہی جن کا ہم اپنے بعد بے حد احترام کرتے ہیں۔ موصوف اشیائے خوردنی کے ازلی دشمن۔ جب بھی ہم انہیں فون فرماتے ہیں موصوف کچھ نہ کچھ کھا رہے ہوتے ہیں۔ کل ہم نے انہیں انتہائی سنجیدگی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے کہا حضور اگر آپ اپنے کھانے کی عادت پر قابو نہیں پائیں گے تو رمضان میں روزے کیسے رکھیں گے، جو اتفاق سے رمضان میں ہی آتے ہیں اور رمضان اگلے ماہ کی یکم سے شروع ہونے کو ہے۔ ہم نے انہیں نہایت مخلصانہ رائے دی تھی لیکن موصوف جھٹ سے بولے: ''رمضان کی فکر نہیں یہی تو وہ مبارک مہینہ ہے جب آپ پورے تیس روز تک قید و بند میں رہتے ہیں''۔ لیجئے اور سنیئے! اگر ہم انہیں اپنی سوانح لکھنے کو کہیں گے تو یہ نہ جانے وہاں بھی کیا کیا لگائی بجھائی کرتے پھریں گے اور خواہ مخواہ ہمارے متعلق غلط فہمیاں پھیلائیں گے حالانکہ ہمیں اپنے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں۔ پس ہم نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ جلد ہی اپنی سوانح گھسیٹیں گے۔ لیکن یہ امر ہم نے زعفرانی پر ظاہر نہیں کیا۔ اور ان کے اس کام، سوانح لکھنے، کو خوب سراہا اور نیک کام میں دیری کی سزا اور نقصانات سے باخبر کیا۔ جب ہم ان کے فن و فکر کی خوب خوب تعریف کر چکے اور موصوف بھی خوب خوب سیر ہو چکے تو ہم نے اپنے مطلب کی بات کی کہ ہم نے سوچا ہے کہ اب کوئی کام دھندا کرنا چاہیے لہذا آپ اس بارے میں بیش از قیمت آرا بلکہ بیگم ارجمند آرا سے نوازیں کہ ہم بھی کوئی ایسا دھندہ شروع کر سکیں جس میں انوسٹمنٹ کم اور فائدہ زیادہ ہو۔

موصوف چند لمحے اپنا منفی دو نمبر کا چشمہ لگانے اتارنے اور رومال سے اس کا شیشہ صاف کرنے کا شغل کرتے رہے پھر منہ کان کے، ہمارے کان کے، قریب لاتے ہوئے رازدارانہ انداز میں بولے:

''سیاست میں کود پڑو۔ ویسے بھی تمہارے کئی سیاسی لیڈروں سے روابط ہیں۔ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، آج کل یہ دھندا زوروں پر ہے''

ہم نے عرض کیا ''سیاست تو ان دنوں خسارے میں جا رہی ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ سیاست دان کس قدر رسوا ہو رہے ہیں''

''اچھا تو سنو! اخبار نکالو.......... میں اپنے مضامین مفت بھیجوں گا''

''یار زعفرانی!'' ہم نے انتہائی لجاجت سے کہا: ''ہمیں قلمی موت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کیوں مروانا چاہتے ہو۔ ہمیں صحافت کا کوئی شوق نہیں، ہمیں تو صرف پیسہ کمانا ہے''

''اچھا تو تم کیا کہتے ہو باقیوں کو صحافت کا شوق ہے'' زعفرانی بولے: ''سیٹھ دھنو رام بن باس، مدیر روزنامہ ''مداری''، حضرت قوال جلالی مدیر ''روزنامہ اڑن کھٹولہ''، چاچا شفقت بلبلی، مدیر روزمہ ''بلند و بانگ'' شاطر شاستری، دھنوان بوہرا، ستارہ بیگم روسیاہ وغیرہ کو صحافت کا شوق ہے؟ اماں سب پیسے کے پیچھے ہیں یا پیسے کے آگے۔ یعنی یا پیسہ کمانا چاہتے ہیں یا پیسہ چھپانا۔ ان میں سے کوئی الہلال کا ابوالکلام آزاد یا زمیندار کا محمد علی جوہر نہیں سمجھے تم''

''لیکن یار!'' ہم نے اپنی مجبوری بتائی: ''اس کے لئے، اخبار نکالنے کے لئے، پیسہ بہت چاہیے''

''اچھا تو ایک چولا خریدو، سبز یا زعفرانی۔ ایک پنڈال بناؤ۔ اس پہ بیٹھو، خود پہ پھولوں کے ہار ڈلواؤ، ٹی وی والوں کو بلواؤ، وعظ کرو، پروچن دو، در پردہ دعا تعویذ کا دھندہ اور جھاڑ پھونک شروع کرو بس یہی کام سستا اور منافع بخش ہے''

ہمیں یار زعفرانی کی یہ بات جی کو لگی۔ پس آج کل ہم سبز اور زعفرانی چولے بنوا رہے ہیں کہ بقول مرزا نوشہ:

''اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے'' ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیر؛ تاریخ اور ذوقِ یقین

کشمیر پر تقصیر ہمیشہ سے سرخیوں میں کیوں ہے؟ ہمارے یار زعفرانی اکثر ہم سے سوال کرتے ہیں۔ اصل میں کشمیر کے جغرافیے پہ لوگوں کو شک ہے بعضے اس کی تاریخ سے کیڑے نکالتے ہیں۔ ہمیں بہتر معلوم ہوا کہ ہم نئے قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے مختصراً اس کے، کشمیر کے، تاریخ وجغرافیہ پر نظر دوڑائیں تاکہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آئے۔ لہذا اعزیز قاریو اور طالب علمو! کشمیر کی وجہ تسمیہ ہمیں خود معلوم نہیں اس لئے یہ موضوع غیر اہم ہے تاہم اس کے جغرافیے اور تاریخ سے ہم بخوبی آگاہ ہیں لہذا اسے نہایت اہم سمجھا جاوے۔ کہتے ہیں کہ تاریخ کا علم بڑا اچھا ہوتا ہے۔ جس نے تاریخ سے سبق لیا اسے قطعاً کسی استاد کی ضرورت نہیں رہتی، حالانکہ اس ضمن میں ہم نے، خود ہم نے، بارہا تاریخ سے سبق لینے بلکہ تلمذ کے لئے رجوع کرنا چاہا لیکن اس کی، تاریخ کی، بے رخی سے معاملہ مزید آگے نہ بڑھ سکا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ تاریخ خود یہ چاہتی ہے کہ اس سے سبق لیا جائے پس وہ بار بار خود کو دہراتی رہتی ہے تاکہ سبق لینے والے لیتے رہیں اور جنہیں اس کی، سبق کی، ضرورت نہ ہو وہ چنداں نہ لیں۔ جو تاریخ سے سبق نہیں لیتے وہ چکرا کر وقت کے گڑھے میں گر پڑتے ہیں، اس بیماری کو ''تاریخی چکراٹ'' کہتے ہیں۔ ہم نے بہتیرے بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ بیماری آج کل عام ہے اور خاکِ کاشغر، قسطنطنیہ سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قرطبہ تک ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ افغان البتہ اس سے، چکراہٹ سے، محفوظ ہیں کیونکہ ابھی تک اپنی خودی پہچان او غافل افغان کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ افغانستان ایک وسیع وعریض ملک ہے اور اس میں بیش بہا کھنڈرات پائے جاتے ہیں، پہاڑ اور ریگستان ہیں لہٰذا ان میں انواع واقسام کی مجرّب جڑی بوٹیوں کی بہتات ہے جنہیں چرنے کے لئے دنیا بھر سے چرواہے، سمیت اپنی بکریوں کے، یہاں آن پہنچتے ہیں۔ افغان لوگ انہیں بھگانے کے لئے مذکورہ گیت گاتے اور حضرت علامہ کو دعائیں دیتے ہیں۔ اس سے ان سب کا، افغانوں، چراواہوں اور ماہرینِ اقبالیات کا بھی دل لگا رہتا ہے۔

بات کشمیر اور اسکی تاریخ کی تھی ہم جا پہنچے افغانستان۔ تاریخ کا چکر اور دہلی کی ٹریفک بہت ظالم ہیں۔ انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کون کہاں ہے اور کس کو کدھر جانا ہے۔ بعضے تاریخ کو ظالم اور سفاک بعضے مہربان اور شاندار کہتے ہیں۔ اپنا اپنا تجربہ ہے۔ جس طرح زمین محور بدلتی ہے بعینہ تاریخ بھی اپنا چکر چلاتی رہتی ہے۔ اسی چکر سے معلوم پڑتا ہے کہ کشمیر ایک بڑی جھیل تھی جسے بعد ازاں ایک کرامتی بزرگ نے بعد از کرامت پانی سے خالی کروالیا اور یہاں خلقتِ خدا، بھیڑ بکریاں، گھوڑے، چرند پرند، گائے بھینسیں آباد ہوئے۔ روایت ہے کہ بھیڑوں میں سے کالی بھیڑوں نے بھی یہاں بود و باش اختیار کر لی۔ اس روایت کی تصدیق شمیم احمد شمیمؔ مرحوم کے ہاں بھی ملتی ہے۔

کشمیر کی سیاسی تاریخ اسی جھیل سے شروع ہوتی ہے لیکن بعضے ماہرین کا خیال ہے کہ اس نے، سیاسی تاریخ نے، سن انیس سو بتیس (۱۹۳۲) سے زور پکڑنا شروع کیا اور انیس سو سینتالیس (۱۹۴۷) میں اس نے دوام حاصل کرلیا۔ سینتالیس میں ایک پنڈت سوامی جواہر لال نہرو کو یہ جھیل نما وادی بے حد پسند آئی اور انہوں نے دُھونی رمانے اور آسن جمانے کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا حتیٰ کہ بعد ازاں انہوں نے اسے ایک وسیع چراہ گاہ میں تبدیل کرلیا۔ سوامی جی لیڈی ماؤنٹ بیٹن، جو رشتے میں ان کی بھابھی تھیں اور سوامی جی کو ان سے ایک خاص تعلق تھا، کو تحفے میں کشمیر دینا چاہتے تھے تاہم سوامی جی کے بعض بھگت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس روایت کو مسترد کرتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

انہیں سوامی جی کی یاد میں ایک عظیم الشان ٹنل تعمیر کیا گیا جسے استعمال میں لانے کے لئے جواہر ٹنل کہا جاتا ہے اور انشا اللہ تا قیامت اسی نام سے یاد کیا جاتا رہے گا۔ جواہر ٹنل بڑی فائدہ مند سرنگ ثابت ہوئی۔ اس کے ذریعے مال بردار گاڑیاں، سیب، اخروٹ، ناشپاتی، خشک میوہ جات، اور دیگر اشیائے ضروریہ وغیر ضروریہ کشمیر سے لائی جاتی ہیں اور ان کے بدلے میں تیل خاکی، پٹرول، گرم کپڑے، انواع واقسام کی مہنگی سستی گاڑیاں، گولی بارود، کمک ورسد سمیت مشروبات جن میں خالص انگور کا فرانسیسی مشروب قابل ذکر ہیں، روانہ کی جاتی ہیں۔ دہلی جانے کا بھی یہی واحد راستہ ہے لہذا جسے بھی دہلی جانا اور انعام پانا مقصود ہو اسی کے ذریعے سفر کی ابتدا کرے۔ دہلی جانے اور انعام پانے کے لئے شرائط نامہ مع درخواست فارم شاستری بھون واقع نئی دہلی سے مفت حاصل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ٹکٹ لگا جوابی لفافہ ساتھ روانہ کیا جائے۔ دہلی جانے اور انعام پانے کے لئے احتیاطی تدابیر اور مفت کتابچہ بغور پڑھ لیا جائے بصورتِ دیگر نتائج کا ذمہ دار وہ، انعام کی خواہش رکھنے والا، خود ہوگا۔ بعد میں یہ نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

کشمیر کی سیاسی تاریخ کی ابتدا کے ساتھ ہی اس پر ایک بڑے قبیلے کی عملداری رہی جس نے ایک طویل عرصہ تک ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کی پالیسی اپنا رکھی۔ تاہم جب انعام واکرام کا ذکر عام ہوا تو مختلف قبیلوں کے سردار اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی کا سفر شروع کر کے وہاں سے انعام واکرام اور پروانۂ حکومت حاصل کرنا شروع کر دیا۔ یہ روایت دہائیوں سے رائج ہے آج بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

کشمیر کی سرزمین سیاسی اعتبار سے بڑی زرخیز واقع ہوئی ہے۔ یہاں لوگ کم اور سیاسی قبیلے زیادہ ہیں اور ان میں سے دو چار کو چھوڑ کر باقی سب الحمدللہ آزادی پسند ہیں۔ آزادی کے بارے میں تو سب جانتے ہیں کہ یہ بڑی اچھی چیز ہوتی ہے۔ حضرت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اقبالؔ سے روایت ہے کہ یہ ''ذوقِ یقیں'' سے حاصل ہوتی ہے تاہم ذوقِ یقیں کہاں سے آتا ہے اس کے متعلق اقبال خاموش رہے۔ بعضے کا خیال ہے کہ اسے شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ کے دیوان میں دیکھا گیا ہے بعضے کے نزدیک یہ ایمان سے نزدیک ترین کوئی شئے ہے۔ اگر موخر الذکر روایت کو مان لیا جائے تو ذوقِ یقیں اور جوئے شیر ایک برابر ہیں۔ تاہم لوگ شدو مد سے اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں اور جونہی یہ دستیاب ہوگا انشااللہ سب کو اطلاع دے دی جائے گی۔

کشمیر کا موسم بڑا عجیب وغریب ہے۔ یہاں سردیوں میں گرمی اور گرمیوں میں سردی نہیں ہوتی۔ اسی واسطے کشمیری لوگ عموماً بھیڑ کی اون سے بنا ایک چوغا پہنتے ہیں۔ بھیریں کئی طرح کی ہوتی ہیں، سفید، بھوری، نیم بھوری، نیم سیاہ اور مکمل سیاہ جنہیں کالی بھیڑیں کہا جاتا ہے۔ چوغے کو فرن کہا جاتا ہے۔ فرن کے کئی فائدے ہیں، اسمیں لکڑی کی تیلیوں سے بنی کانگڑی، اور کانگڑی کے بیچ آگ کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ نیز تو ند چھپانے اور اشیائے خوردونوش چرانے کے لئے فرن کی ایک خاص اہمیت ہے۔ بھیڑیوں کے رنگ کی مناسبت سے ہی فرن بنتے ہیں اور خوب خوب فروخت ہوتے ہیں۔

کشمیر میں خوبصورت وادیوں، دریاؤں، آبشاروں اور باغوں کی بہتات ہے۔ پہاڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جہاں وسیع وعریض جنگلات بھی ہیں۔ جنگلات میں آزادی پسند ذوقِ یقیں ڈھونڈتے ہیں، لکڑیاں کاٹتے اور انہیں اسمگل کرتے ہیں اور باغات تو سب کو معلوم ہوا دنیا بھر میں پیار ومحبت کے کام آتے ہیں، جھیلوں میں شکارے چلتے ہیں اور آبشاروں میں نہانے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ الغرض کہ کشمیر فردوس بروئے زمیں است ہے۔

کشمیر کو دنیا کی واحد ایسی ریاست کا اعزاز بھی حاصل ہے جس کے دو دار الخلافے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے دو خلیفے یا سلطان ہیں۔ خلیفہ ایک ہی ہے لیکن دو مختلف گرم اور سرد موسموں میں الگ الگ جگہوں پر تخت بچھاتا ہے۔ خلیفے فی زمانہ قوم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وملت کے غم میں عموماً بیمار رہتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ انہیں گرمی میں لُو اور سردی میں شُو سے بچا رکھا جائے۔اس روایت پر عمل درآمد کے دوران خزانے کا منہ کھل جاتا ہے جس کے بعد خلیفہ وقت سوامی جی کو دعائیں دیتا بذریعہ جواہر ٹنل دہلی کا رُخ کرتا ہے جہاں چند در چند مجبوریوں کے باعث ہمیشہ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور زر و جواہر سے لاد کر واپس کر دیا جاتا ہے۔اس کے عوض اسے کچھ چھوٹے موٹے کاموں کی ایک فہرست سونپی جاتی ہے اور ہدایات پر عمل دار آمد کی یقین دہانی کے بعد خلیفہ اپنے قافلے کے ساتھ واپس لوٹ آتا ہے اور تادمِ آخر ان ہدایات کو نبھاتا ہے۔اسی لئے مرزا نوشہ کو کہنا پڑا تھا

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے
مرے کعبے میں تو بُت خانے میں گاڑو برہمن کو ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا

عزیزو! یہ آج سے کچھ برس ادھر کا واقعہ ہے کہ ایک روز ہم، خود ہم، پڑے سو رہے تھے کہ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا، یعنی بلبلؔ کوہستانی کا فون آن پہنچا۔ پہلے تو ہم نے سوچا نہیں اٹھاتے، فون کو، لیکن پھر سوچا ممکن ہے کسی مشاعرے کی اطلاع بہم پہنچا رہے ہوں اور موقعہ ہاتھ سے نکل گیا تو عشاق بیچارے نئی شیروانی کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ ہمارے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے، ہمیں مشاعروں و شاعروں کا کوئی شوق نہیں۔ ہم اپنے قدِ آدم نما آئینہ کے روبرو کلام پڑھتے ہیں اور یقین مانیے کہ جتنی داد ہمیں ملتی ہے ہم نے کسی کو ملتے نہیں دیکھی۔ پس یہی سوچ کر با دلنا خواستہ اٹھالیا، فون، بعد علیک سلیک اور حال و احوال کی دریافتگی کے موصوف بولے: ''آپ فی الفور میرے دفتر تشریف لائیں، ایک اہم معاملے پہ گفت وشنید کی حاجت والتماس درپیش ومطلوب و مقصود ہے''

آپ چنداں خیال مت کیجئے گا، بلبلؔ کوہستانی یونیورسٹی کے صدر شعبہ ہیں اور گاہ بہ گاہ تنقید پہ بھی ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔ موصوف کو خالص اُردو لاحق رہتی ہے۔ اس لئے بسا اوقات ان کی بات سمجھنا قدرے مشکل ہوجاتا ہے تاہم ہم چونکہ اس کے عادی ہو چکے ہیں لہٰذا فی الفور سمجھ گئے کہ کوہستانی ہمیں اپنے دفتر طلب کر کے ایک تو اپنی علمیت اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

افسری کی شان کا رعب ڈالنا چاہتے ہیں دوم انہیں ہم سے، یعنی ہم سے، کوئی ضروری کام آن پڑا ہے۔ اس خوشی میں کہ ہم اس شہر کے اس قدر اہم ترین آدمی ہیں کہ صدرِ شعبہ ہم سے ملنے کو بیتاب ہے، ہمارے بدن میں لہو کی مقدار میں منوں نہیں تو سیروں اضافہ ضرور ہوا۔ یہی سوچتے ہم شتاب ان کے دفتر جا پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں موصوف اپنی گھومنے والے کرسی پر براجمان ہیں، میز پہ کچھ کتب اور فائلیں پڑی ہیں، عقبی دیوار پہ حضرت علامہ اقبالؔ، مولانا آزادؔ، سرسید اور میر و غالبؔ سمیت کچھ مظلوم ومحکوم مشاہیر کی تصاویر آویزاں ہیں۔ بغل کے صوفے پر ایک نیم خوابیدہ شخصیت تشریف فرما ہیں اور ایش ٹرے میں نصف سگریٹ جل چکی ہے باقی جلا چاہتی ہے۔ کوہستانی ہمیں دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے سامنے بیٹھنے کو کہتے ہوئے بولے

''ہم نے اس امر کا عزم بالجزم کرلیا ہے کہ آپ کی کتاب ''ڈگڈگی کا نغمہ اور دوسرے مضامین'' پہ ریسرچ کروائی جائے۔ اس ضمن میں کل کے اجلاس میں ہم نے یہ تجویز منظور بھی کروالی ہے، آپ کو مبارک ہو!''

قارئین کرام! یقین کیجئے کوہستانی کی بات سنتے ہی اپنی عظمت کا ابوالہول نما بُت یکلخت ہماری نظروں میں بلند ہوا اور ہمارا سر غیر محسوس طریقے سے احساس تفاخر میں جھولنے لگا۔ ہمیں یقین ہوگیا کہ ہم دنیا کے غیر معمولی انسانوں کی صف میں اول نمبر پر ہیں۔ عالمِ تصور میں ہم نے خود کو ایک وسیع وعریض سجے سجائے دربار میں پایا جہاں چاروں طرف دیواروں پر ہماری قدِ آدم تصاویر آویزاں تھیں۔ رنگ ونور کی بارش لہریں لے رہی تھی، برقی قمقموں کے ساتھ پس منظر میں ہماری پسندیدہ موسیقی بج رہی تھی۔ ہم ایک سجے سجائے پنڈال پر بیٹھے تھے۔ تمام دنیا کے مشاہیر ادب، دانشور اور شاعر اور نقاد ایک کے بعد ایک پنڈال پر حاضر ہوتے ہمیں کورنش بجالاتے اور ہمارے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے الٹے قدموں واپس لوٹتے۔ ان میں ایسے بہت سے شعرا بھی موجود تھے جو مشاعروں میں ہمارے اشعار پر داد وتحسین کے بجائے ناک بھوں چڑھاتے سرگوشیاں کرتے اور ہماری

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جہالت کے قصے چٹخارے لے لے کر احباب میں بیان کرتے ہیں۔ اخبارات کے وہ مدیر جنہیں ہماری شکل سے خدا واسطے کا بیر ہے کو بھی ہم نے دست بستہ حاضر پایا۔ اسکندر یار زعفرانی کو تو باضابطہ زار و قطار روتے دیکھا۔

ایسے میں ہمیں دفعتاً ندامت کا احساس بھی ہوا کہ ہم آج تک صدر شعبہ اردو بلبلؔ کوہستانی کی شان میں کیا کیا گستاخیاں کرتے رہے ہیں۔ کئی بار ہم نے ان کے خلاف زبان درازیاں کیں اور احباب میں انہیں سٹھیایا ہوا، احمق، گاؤدی وغیرہ کہا اور ان کی تحقیر میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ لیکن موصوف کس قدر اعلیٰ ظرف، فیاض اور جری واقع ہوئے ہیں کہ ہماری تمام گستاخیوں کو فراموش کر کے نہ صرف ہماری عزت کرتے ہیں بلکہ ہم پر، یعنی ہمارے فکر وفن پر، تحقیق کروا کر رہتی دنیا تک ہمیں یونیورسٹی کے نصاب اور لائبریری میں محفوظ و مامون کرنا چاہتے ہیں۔ احساس ندامت کے دوران ماتھے پہ عرقِ انفعال کے قطرے نمایاں ہوئے تاہم ہم نے انہیں، قطروں کو، مزید نمایاں نہیں ہونے دیا اور جھٹ سے صدرِ شعبہ کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر ان کا تفصیلی شکریہ ادا کیا اور ان کی شان میں فی البدیہہ کچھ اشعار پڑھے اور عرض کیا کہ اب ہمیں اس ضمن میں کیا کرنا ہوگا۔

''آپ کو اپنا سارا مطبوعہ کام مع کوائف اور انٹرویوز محقق کے حوالے کرنا ہوگا'' کوہستانی بولے اور ایک آنکھ دبا کر معنی خیز سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا:

''آپ سے ہر ممکن تعاون کے یقین کامل کے ساتھ ساتھ ہم یہ چاہیں گے کہ آپ اپنے بے حد قیمتی اور حیات آفریں وقت میں سے کچھ نکال کر اس کام کو منطقی انجام تک پہنچانے میں ہمارے لئے مدد و معاون ثابت ہوں۔ یاد رہے کہ میں نے بہترین، ذہین لائق اور نہایت شریف النفس اسکالر کو آپ پہ کام کے لئے منتخب کیا ہے'' یہ کہہ کر موصوف نے گھنٹی بجائی اور ایک ملازم کے دست بستہ حاضر ہونے پر اسے حکم دیا: ''خان سکندر حیات کمسن کو بلاؤ'' اور ساتھ ہی صوفے کے کونے پر اونگھتی ہوئی شخصیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولے: ''ان سے ملیے۔ یہ ہیں ساگر کاٹھیاواڑی مدیر ماہنامہ ''کاٹھیائے ادب''

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنا نام سنتے ہی موصوف نیم غنودگی کی کیفیت سے بدک کر اٹھے اور سامنے والی میز سے ٹکراتے ٹکراتے بچے ہم سے ہاتھ ملایا اور دوبارہ دھپ سے صوفے پر بیٹھ گئے۔

دریں اثنا ایک صاحب اندر داخل ہوئے اور ''آداب'' کے ساتھ صدرِ شعبہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے۔ موصوف نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ہم سے کہا ''حضور! یہ ہیں آپ کے لائق فائق محقق جو آپ پر تحقیق کی طنابیں کھینچ کر اپنی زبان دانی و علمی بلوغت کا ثبوت دینا چاہتے ہیں''

ہم نے محقق لائق فائق کو ایک نظر دیکھا۔ عمر میں ہم سے کچھ زیادہ بڑے نہ تھے، دبلے پتلے، فرنچ کٹ، آنکھوں پہ تاریک شیشوں کی عینک، جسم پر شوخ رنگوں کی آمیزش والا سوٹ، جو شاید عطرِ خالص میں ڈبو کر لائے تھے کیونکہ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا تھا۔

دورانِ گفتگو ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے فاضل محقق کو زبان پر غیر معمولی دسترس کے علاوہ 'ح' اور کچھ دیگر حروف کو 'خ' کی آواز کے ساتھ ادا کرنے کی عادت ہے۔ موصوف ہمارا 'کو خمارا' اور ہمیشہ کو 'خمیشہ' کہتے تھے۔

ہم نے صدرِ شعبہ کا ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا اور سرشاری کی کیفیت میں ان کے دفتر سے نکل آئے۔ شعبے کے میدان میں محقق اور محققیاں، طلبا اور طالبات فارغ وقت میں انتہائی انہماک سے ایک دوسرے کو دیکھنے اور سمجھنے کی کیفیت میں مصروف تھے۔ سامنے کے کھلے میدان میں دلکش فوارہ پانی کی پھواریں بکھیر رہا تھا، میدان اور گزرگاہ کے دوریہ چنبیلی، گلاب اور دیگر انواع و اقسام کے پھول مہک رہے تھے اور ایک مالی اپنے کام میں مصروف تھا۔

ہم خراماں خراماں چلے جا رہے تھے کہ دفعتاً اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، پلٹے تو دیکھا ''کاٹھیائے ادب'' کے مدیر ساؔگر کاٹھیاواڑی اور ہمارے فاضل محقق خان سکندر حیات کمسنؔ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

''خخ خ''، محقق دبی دبی سی ہنسی کے ساتھ بولے: ''خمیں آپ سے کچھ ضروری بات کرنی خے'' یہ کہہ کر موصوف ہمیں ایک طرف لے گئے اور منہ کان، ہمارے کان، کے نزدیک لے جا کر بولے:

''جناب کتنا وقت لگے گا؟''

ہم نے انتہائی سادہ دلی سے عرض کیا: ''کس بات میں؟''

''مقالے کے مکمل خونے میں''

''کون سے مقالے کے مکمل ہونے میں''

''جوڈ گڈی کا نغمہ اور دوسرے مضامین پر لکھنا خے''

''کس نے لکھنا ہے بھئی!''

''آپ نے لکھنا خے جناب!''

''تحقیق تو آپ کر رہے ہیں نا میاں!''

''جی خاں! تحقیق خم کر رہے خیں لیکن مقالہ تو آپ نے ہی لکھ کر دینا خے۔ ذرا جلدی کیجئے گا۔ چند ماہ میں پروفیسری کی درخواستیں طلب کی جا رہی خیں تب تک خمیں ڈگری مل جانی چاہیے''

ہم اس افتاد پہ کچھ بولنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت ساگر کاٹھیاواڑی نے دوسری جانب سے ہمیں ایک طرف کھینچا اور الگ لے جا کر انتہائی رازداری سے بولے: ''گوشہ تیار ہے''

''کون سا گوشہ بھائی صاحب!'' ہم نے حیران ہو کر دریافت کیا۔

''جناب اتنے بھولے نہ بنیں۔ ماہنامہ ''کاٹھیائے ادب'' میں آپ پر خصوصی گوشہ نکالا جا رہا ہے۔ براہِ کرم یہ بتایئے رقم نقد دیں گے یا چیک سے۔ اگر چیک سے دے رہے ہیں تو اس پر صرف ہمارا نام لکھیے گا''

''کون سی رقم بھائی صاحب!''

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

موصوف دبی دبی سے ہنسی ہنستے ہوئے بولے: ''آپ بڑے مزاح پسند واقع ہوئے ہیں، آپ کی شخصیت کے اس پہلو کا بھی احاطہ کیا جائے گا۔ دس ہزار نقدی یا چیک ذرا جلدی کیجیے گا ہماری ٹرین نکلنے کا وقت ہو چلا ہے''

عزیزو! ہم نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی ہمیں دیکھ تو نہیں رہا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے ساگر کاٹھیاواڑی اور خان سکندر حیات کمسن کو ایک نظر دیکھا۔ اس روز ہمیں معلوم ہوا کہ ابھی ہم بھاگ سکتے ہیں اور اچھا خاصا بھاگ سکتے ہیں، بھاگنے کے مقابلوں میں شرکت کریں تو خاطر خواہ کامیابی مل سکتی ہے اِلا ماشااللہ! ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

▪ جانا لال چوک اور گاڑنا فتح کے جھنڈے

عزیز طالب علمو! آج ہم جغرافیے کی کتاب پڑھیں گے۔ جغرافیہ! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ کولمبس کی حماقت سے پہلے دریافت ہو چکا تھا، اس لئے یہ چنداں ضروری نہیں کہ ہم بھی جغرافیہ کا سبق کولمبس سے پہلے کی تاریخوں سے شروع کریں۔ اس سے پہلے کیا ہوا ہوگا اس سے ہمیں زیادہ سروکار بھی نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ جغرافیہ ویسے بھی ایک ایسا مضمون ہے جو اقوامِ متحدہ کی مہربانی سے غیر متغیر ہے۔ حالانکہ اس سے قبل جغرافیے اور جغرافیے کی کتابوں میں آئے روز نئے نئے شگوفے پھوٹا کرتے تھے۔ آج بھی کچھ چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں جغرافیے بدلتی رہتی ہیں لیکن چونکہ اقوامِ متحدہ کو لیگ آف نیشنز کے انتقال پر ملال کے فوری بعد سانپ نے سونگھ لیا تھا اس لئے ہم اور وہ اس چھوٹی موٹی تبدیلی کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کولمبس پہلے پہل ہندوستان دریافت کرنے نکلا تھا، لیکن چند در چند مشکلات، جن میں سے کچھ صیغۂ راز ہیں، کے باعث اُس نے امریکہ دریافت کر لیا۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ بعد میں صدام حسین شہید کہلائے،، ورنہ یہ خطاب اُن سے جاتا رہتا۔ تاہم بعد میں یہ کارنامہ، ہندستان کی دریافت کا، ایک نامی گرامی ملاح پنڈت جواہر لعل نہرو نے Dicovery of India کی صورت میں کیا، جسے چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی متقدمین و متاخرین کو حرفِ آخر کہنا پڑا۔ بہر کیف! ہندوستان کے دریافت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوتے ہی یعنی پنڈت جی کی 'ڈسکوری آف انڈیا' کے ساتھ ہی ملک ہند کے جغرافیہ نے غیر معمولی ترقی کی۔اور جغرافیہ بڑھتے بڑھتے شمال تک آ پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے اِس سیلابِ دریافت نے سارے کشمیر عظمیٰ وادیٰ کو آلیا۔بعض بدعقیدہ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ متذکرہ بالا ملاح یہاں محض یادِ خدا اور جمہوریت کی داغ بیل ڈالنے آئے تھے، یہاں کا جغرافیہ بدلنا چنداں مقصود نہ تھا، لیکن ہم اِسے محض تہمت سمجھتے ہیں کیونکہ بعد کے جغرافیے، بلکہ تھوڑی بہت تاریخ نے یہ ثابت کردیا کہ ملاح کی نیت اُس وقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں تھی............ عزیز طالب علمو! خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ ملاح جن کا نامِ نامی ہم اُوپر کی سطروں میں جلی حروف میں تحریر کر چکے ہیں، ملکِ کشمیر کو دریافت کرنے میں تو کامیاب رہے لیکن اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑنے سے پہلے انہیں قضا نے آلیا کہ "موت سے کس کو رستگاری ہے"۔اب چونکہ یہ جھنڈ الہرانا ضروری تھا تاکہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آئے۔اس لئے بعد میں ایک اور نامی گرامی ملاح، جو سیاسی پروہت بھی تھے، پنڈت مُرلی منوہر جوشی نے ۱۹۹۲ء میں کردکھایا۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے جوشی عموماً جوشیلے لوگوں کو کہا جاتا ہے، روایت ہے کہ یہ جھنڈا انہوں نے باوجود نامساعد موسم اور سخت بادوباراں کے ، کشمیر کے دارالخلافہ کے عین وسط میں لال چوک کے گھنٹا گھر کے اوپر لہرایا۔اور بعدازاں نامساعد موسم کی وجہ سے شہر سے اپنی کھڑاؤں اُتار کر بھاگے، بعضے کا خیال ہے کہ کھڑاؤں کے بغیر بھاگتے بھاگتے وہاں پہنچے اور جھنڈا نصب کرنے کے فوری بعد یہ جا وہ جا۔جبھی سے اِن کا نام جغرافیے کی کتابوں میں موٹے موٹے حروف میں لکھا جاتا ہے۔لال چوک میں جھنڈا گری کا کارنامہ انجام دینے کے بعد وہ بہت عرصہ تک اقتدار کے جھولے میں جھولتے ،اور غرباء ومساکین کی پہنچ سے بہت دور، چھوت چھات کے خوف سے، قلعہ بند رہے۔بعضے لوگ روایت کرتے ہیں کہ اس جھنڈا گری کے بعد بھی لال چوک کے گھنٹہ گھر پر کئی رنگوں کے مختلف جھنڈے لہرائے جاتے رہے۔لیکن چونکہ یہ جھنڈے رعایا از خود لہراتی رہی، اس لئے جغرافیے کی کتابوں میں ان کا تفصیلی ذکر نہیں ملتا، ویسے بھی یہ ذکر جغرافیے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا نہیں۔ اسے کس مضمون میں شامل کیا جانا چاہیے یہ بھی ابھی طے ہونا باقی ہے۔ پنڈت جی دوم یعنی پروہت جی کی جھنڈا گری کے بعد ایک بار پھر انہی کے خانوادے کو دفعتاً خیال آیا کہ دار الخلافہ سرینگر کے لالچوک پر جھنڈ الہرانے کا عمل ایک بار پھر دہرایا جائے تا کہ سند رہے اور جغرافیہ بدلنے کی کوششوں کے خلاف تاریخ میں بہت ہی موٹے موٹے حروف میں لکھا جائے۔ بعض دل جلے اِسے خاندانِ سنگھیہ کی ہوسِ اقتدار اور حصولِ اقتدار کی کوششوں کے طور پر دیکھتے ہیں اور رعایا کو یہ باور کروانے کی کوشش سمجھتے ہیں کہ شہر خاص کا یہ مخصوص حصہ اور یہ گھنٹہ گھر ابھی تک جغرافیے میں شامل نہیں تھا لہذا خاندانِ سنگھیہ نے یہ کارنامہ انجام دے کر ملکِ ہند کے وقار کو بامِ ثریا تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن احقر کی رائے میں یہ محض بد گمانی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ سنگھیہ خاندان کو ہوسِ اقتدار سے کوئی علاقہ نہیں، یہ تو فقیر منش لوگ ہیں جنہیں دنیا کی چنداں لالچ نہیں بس پُوجا پاٹ اور پرجا کی سیوا ان کا دھرم ہے۔ یہ تو کسی مورکھ کی چھوئی ہوئی کرسی کو ہاتھ تک نہیں لگاتے، یونہی بیٹھ جاتے ہیں، ہاں بس ''قشقہ کھینچے دیر میں بیٹھے'' رہتے ہیں گنگا گھاٹ جا کر آئے دن اشنان کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر ہوسِ اقتدار کا الزام لگانے والے خود ہوسِ اقتدار میں مبتلا ہیں اور نہیں چاہتے کہ ملکِ ہند کے جغرافیے کو مزید وسعت دی جائے اور اس کے ستونوں کو اور مستحکم کیا جائے، لہذا عزیز طالب علموں! تب تک یہ سبق یاد کیجئے اور اپنے اپنے گھروں میں جھنڈا گری کی مشق بجالاتے رہیے اور خوش رہیے ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب نابغہ تھے نابغہ!

جامع مسجد کے قریب ان کی کتابوں کی دکان تھی۔نام تھا ''کتب خانہ کنزالایمان''

عمر ستر پچہتر رہی ہوگی۔سفید داڑھی اور ناک پر چشمہ، شلوار قمیض پہنتے تھے واسکٹ کے دونوں جیب ہمیشہ لدے پھندے رہتے۔خواجہ صاحب کو ہم نے ہمیشہ بزرگ ہی دیکھا۔یعنی ہمارے لڑکپن سے بوڑھی جوانی تک ان میں کوئی بدلاؤ نہیں آیا۔، چہرا بھرا بھرا، انتہائی صحت مند، پیشانی کشادہ لیکن خشونت آمیز۔سگریٹ کے دلدادہ اور مطالعے کا جنون۔

کتب خانہ کیا تھا بس ایک عجائب گھر تھا۔نادر ونایاب، نئی پرانی، دین ودنیا طب، حکمت فلسفہ ہر طرح کی کتابوں کے علاوہ تسبیح، طغرے، جھالریں، ٹوپیاں، مطبوعہ تعویز بقدرِ شوق وظرف دستیاب تھے۔البتہ یہ شرط تھی کہ کوئی صاحب کتاب، طغرے، تسبیح یا ٹوپی کے لئے لفظ ''قیمت'' کا استعمال ہرگز نہیں کرے گا۔قیمت سے خواجہ صاحب کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ہدیہ سے انہیں البتہ ایک خاص تعلق تھا۔کوئی گاہک اگر پوچھ بیٹھتا ''خواجہ صاحب! کیا قیمت ہے اس کتاب کی؟''

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تو خواجہ صاحب کرسی پر بیٹھے بیٹھے یوں بدکتے جیسے کسی نے چھرا گھونپ دیا ہو۔ انتہائی درشت لہجے میں کہتے:

''بھائی صاحب! کتابوں کی قیمت نہیں ہدیہ ہوتا ہے۔ اگر ہدیہ دینا ہو تو ٹھیک نہیں تو جا سکتے ہیں''

ظاہر ہے کہ اس ٹکے سے جواب کو سن کر کون گاہک وہاں رکنا پسند کرتا۔ اسلئے زیادہ تر کتابیں گرد آلود ہی رہ جاتی تھیں۔ خواجہ صاحب کو بھی اس کی چنداں پرواہ نہ تھی۔ وہ تو پانچ وقت یادِ اللہ اور دیگر حوائج ضروریہ سے فراغت کے لئے اپنی کرسی سے اٹھتے تھے یا اپنی عینک ناک تک کھسکا کر سڑک پر کبھی کبھار ایک نظر دوڑا لیتے تھے ورنہ وہ اور ان کی کتابیں۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ نہایت خشک، سنکی اور سٹھیائے ہوئے آدمی ہیں لیکن ہمیں ایسا کوئی تجربہ ہرگز نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس میں حساب کے اس فارمولے کو دخل ہو جس کے مطابق نفی جمع نفی ہمیشہ اثبات ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب سے ہمیں نسیم حجازی، عنایت اللہ التمش، صادق حسین سردھنوی، اسلم راہی ایم اے، بشریٰ رحمٰن، اے حمید، محی الدین نواب اور ان جیسے کئی دیگران سے مکمل تعارف حاصل ہوا۔

کنز الایمان کتب خانہ سے ہمیں ایمان کا عشر عشیر بھی حاصل نہ ہوا۔ یقیناً اس میں کتب خانے سے زیادہ ہمارے کردار کا دخل تھا۔ مطالعے کا جنون انہیں دنوں پروان چڑھا۔ یہ عمر عزیز کا وہ دور تھا جب جیب میں پھوٹی کوڑی نہ ہوتی تھی، پہچاننے والا کوئی نہ تھا، لیکن دل مالا مال و سرشار تھا۔

ان دنوں بریلی سے ایک جریدہ نکلتا تھا ''استقامت'' خواجہ صاحب کے کتب خانے کی آخری الماری میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک صرف استقامت ڈائجسٹ کے پرانے شمارے نظر آتے تھے۔ یہ وہ مال تھا جنہیں یا تو خریدار لینے نہیں آئے تھے یا خواجہ صاحب کے اپنے مطالعے تک آؤٹ ڈیٹڈ ہو چکا تھا۔ خواجہ صاحب نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دریافت کرنے پر استقامت ڈائجسٹ کی استقامت پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی جو ہمیں فی الفور ڈائجسٹ ہوگئی۔ ہم نے استقامت کا عطیہ شدہ شمارہ خواجہ صاحب سے لیا گھر لے جا کر اس کا مطالعہ شروع کیا تو کیا دیکھتے ہیں زیادہ تر دینی مسائل اور مسلکی خاجہ جنگی باقی ماندہ اقوال زریں، مجرّب نسخے مثلاً بال گرنے کا نسخہ، کمزوری (زنانہ و مردانہ) کا نسخہ، کرامتیں وغیرہ پہلے پہل استقامت میں ہی نظر آئیں۔ ہم نے خواجہ صاحب کی تقریر دلپذیر سے متاثر ہو کر استقامت کے سب پرانے شماروں کو ان سے ٹھیکے پر لے لیا اور دن رات محنت، محبت اور عقیدت سے یہ مصالحہ پڑھتے رہے۔

خواجہ صاحب کی شخصیت کے جلال و جمال کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ہم ان کے کتب خانے کا جائزہ لے رہے تھے۔ جائزے کی اجازت بھی محض ہمیں ہی تھی ورنہ تو وہ اپنی کرسی سے کسی کو ایک قدم آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک صاحب تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا آپ کے پاس مفتی شوکت علی فہمی کی تاریخ اسلام ہے؟

خواجہ صاحب نے بیٹھے بیٹھے چشمہ کھسکا کر ساری الماریوں پر ایک نظر دوڑائی، کئی الماریوں کے سامنے کھڑے ہو کر کتابوں کی پشت دیکھتے رہے پھر نفی میں سر ہلا کر دوبارہ اپنی کرسی پر براجمان ہو گئے۔ لیکن گاہک بھی کافی کایاں واقع ہوئے تھے، مایوس نہ ہوئے بلکہ ایک الماری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولے ''خواجہ صاحب! وہ تو ہے کتاب۔ آپ کہہ رہے ہیں نہیں ہے؟''

اس وقت خواجہ صاحب کا جلال دیدنی تھا۔ انہوں نے انتہائی خشمگیں نگاہوں سے گاہک کو گھورا اور بڑے درشت لہجے میں بولے:

''جب میں نے کہہ دیا کہ نہیں ہے تو نہیں ہے۔ ایک کاپی بچی ہے جو میں خود پڑھتا ہوں۔ آپ براہِ کرم میرے مطالعے میں خلل انداز نہ ہوں''

یہ تھے کنز الایمان کتب خانے کے خواجہ صاحب! ■

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

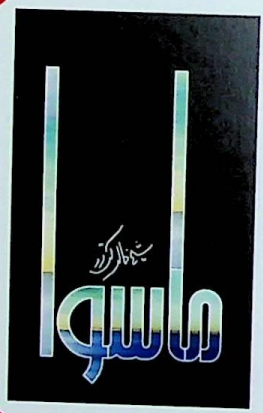

تیسرا شعری مجموعہ

CC-0. Kashmir Treasures Colle